امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ
اور اُن کے
تلامذہ

حافظ ابن قیم ۔ حافظ ابن کثیر ۔ حافظ ذہبی ۔ حافظ عبدالہادی

تالیف
عبدالرشید عراقی

ملنے کا پتہ
نعمانی کتب خانہ
حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

امام ابنِ تیمیہؒ رحمۃ اللہ علیہ

اور اُن کے

تلامذہ

نام کتاب

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ اوران کے تلامذہ

عبدالرشید عراقی

حافظ محمد انور زاہد

ستمبر ۲۰۰۳ء

موٹروے پرنٹرز لاہور

NOMANI KUTAB KHANA

HAQ STREET URDU BAZAR

LAHORE.2 PAKISTAN

TEL: 042- 7321865

E MAIL nomania2000@hotmail.com

امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ
اور اُن کے
www.KitaboSunnat.com
تلامذہ
حافظ ابنِ قیم
حافظ ابنِ کثیر
حافظ ذہبی
حافظ عبدالہادی
تالیف
عبدالرشید عراقی
نعمانی کتب خانہ
حق سٹریٹ اردو بازار لاہور
Ph: 042 7321865
E-MAIL nomania2000@hotmail.com

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

مولانا علم الدین سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ وفات: ۱۲ جمادی الاول ۱۴۰۳ھ بمطابق ۲۷ فروری ۱۹۸۳ء

علمائے اہلحدیث میں علمائے غزنویہ (امرتسر) اور خاندان سعادت (قصور) کو شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور حافظ ابن قیمؒ کی تصانیف سے والہانہ محبت تھی۔ ان ہر دو خاندانوں کے علمائے کرام نے تصانیف ابن تیمیہؒ و حافظ ابن قیمؒ برصغیر میں طبع کرائیں۔ خاندان غزنویہ (امرتسر) میں حضرت عارف باللہ مولانا سید عبداللہ غزنوی (م ۱۲۹۸ھ) اور حضرت الامام مولانا سید عبدالجبار غزنویؒ (۱۳۳۱ھ) اپنے تلامذہ کو تصانیف ابن تیمیہؒ و ابن قیمؒ کے مطالعہ کی تلقین کیا کرتے تھے۔ مولانا سید عبدالغفور غزنویؒ (۱۹۳۵ء) نے اپنے مدرسہ غزنویہ سلفیہ میں امام ابن تیمیہؒ اور حافظ ابن قیمؒ کی بعض کتابیں داخل نصاب کی تھیں۔

مولانا حافظ محمد گوندلویؒ (م ۱۹۸۵ء) اور مولانا محمد اسمٰعیل سلفیؒ (م ۱۹۶۸ء) بھی تصانیف ابن تیمیہؒ و ابن قیمؒ کے شیدائی تھے۔

مولانا حافظ محمد گوندلویؒ کے تلامذہ میں مولانا عطاء اللہ حنیفؒ (م ۱۴۰۸ھ) اور مولانا علم الدین سوہدرویؒ (م ۱۴۰۳ھ) بھی امام ابن تیمیہؒ اور حافظ ابن قیمؒ کے بہت شیدائی اور دلدادہ تھے۔ اور یہ دونوں علمائے کرام حضرت محدث گوندلوی کے مدرسہ میں ہم درس تھے۔

مولانا علم الدین کا تعلق قصبہ غازی پور ضلع قصور سے تھا۔ ۱۹۵۲ء میں جامع مسجد اہلحدیث ککے زیاں سوہدرہ کے خطیب مقرر ہوئے اور ۱۹۸۲ء تک خطیب رہے۔ راقم آثم نے ان سے کچھ دینی رسائل پڑھے تھے۔

مولانا علم الدین مرحوم مطالعہ کا بہت عمدہ ذوق رکھتے تھے ان کے شب و روز درس و تدریس اور مطالعہ میں گزرتے تھے۔ ۳۲ سال کے قیام میں انہوں نے بے شمار کتابیں متعلقہ تفسیر، حدیث، فقہ اور تاریخ کی مطالعہ کیں۔

تفاسیر میں تفسیر ابن کثیر، تفسیر کشاف، تفسیر خازن اور تفسیر فتح البیان ان کے مطالعہ میں آئیں۔

شروح حدیث میں عون المعبود، تحفۃ الاحوذی، تلخیص الحبیر، فتح الباری اور کئی دوسری کتب احادیث ان کے مطالعہ میں آئیں۔ شاہ ولی اللہ دہلوی کی حجۃ اللہ البالغہ کا بھی آپ نے مطالعہ کیا۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور حافظ ابن قیمؒ کی جو تصانیف مولانا مرحوم کے مطالعہ میں آئیں۔ ان میں سے درج ذیل کتابیں شامل ہیں

امام ابن تیمیہؒ: الجواب الصحیح عن بدل دین المسیح

منہاج السنۃ النبویہ فی نقض کلام الشیعہ والقدریہ

الصارم المسلول، اقتضاء والصراط المستقیم

کتاب النبوات، الاختیارات العلمیہ، کتاب الرد علی المنطق،

الفرقان بین الاولیاء، الشیطان اولیاء الرحمان

مجموعہ رسائل الکبریٰ، کتاب الرد علی البکری اور کتاب الرد علی الاخنائی

حافظ ابن قیمؒ: اعلام الموقعین، زاد المعاد، الوابل الصیب، اغاثۃ اللهفان شفاء العلیل، الصواعق المرسلہ، کتاب الروح، الطرق الحکمیہ، قصیدہ نونیہ اور مدارج السالکین وغیرہم۔

مولانا علم الدین سوہدرویؒ مرحوم یہ کتابیں شیخ الحدیث مولانا محمد اسمٰعیل سلفیؒ مرحوم، مولانا عطاء اللہؒ مرحوم اور مولانا عبدالمجیدؒ سوہدروی مرحوم کے کتب خانوں سے حاصل کرتے تھے۔

مولانا علم الدینؒ مرحوم کے اس حسن ذوق اور امام ابن تیمیہؒ و حافظ ابن قیمؒ کی تصانیف سے محبت اور عقیدت کی بنا پر میں اپنی اس کتاب کو انہی کے نام منسوب کرتا ہوں۔

عبدالرشید عراقی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

۱۹۷۹ء میں راقم نے ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور میں ائمہ کرام کے حالات، واقعات اوران کے علمی کارناموں پر مضامین کا سلسلہ شروع کیا۔ چنانچہ ستمبر ۱۹۷۹ء میں میرا پہلا مضمون امام ابوحنیفہؒ پر شائع ہوا۔ اس کے بعد امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور محدثین صحاح ستہ میں امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام نسائی، امام ابن ماجہ اور دوسرے محدثین کرام میں امام دارمی اور امام ابوعبداللہ حاکم صاحب المستدرک پر شائع ہوئے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ پر میرا مقالہ ترجمان القرآن میں پانچ قسطوں میں جولائی ۱۹۸۱ء تا دسمبر ۱۹۸۱ء میں شائع ہوا۔

امام ابن تیمیہؒ پر میرا دوسرا مقالہ ماہنامہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن میں اگست ۱۹۸۸ تا مارچ ۱۹۸۹ء سات قسطوں میں شائع ہوا۔

حافظ ابن قیمؒ پر میرا مقالہ پندرہ روزہ صحیفہ اہلحدیث کراچی کی تین اشاعتوں (یکم جولائی ۱۹۸۴ء تا یکم اگست ۱۹۸۴ء شائع ہوا) بعد میں مزید اضافہ کے ساتھ ہفت روزہ تنظیم اہلحدیث لاہور میں ۲۲ دسمبر ۱۹۸۹ء تا ۲۲ فروری ۱۹۹۰ء سات قسطوں میں شائع ہوا۔

حافظ ابن عبدالہادیؒ پر میرا مقابلہ صحیفہ اہلحدیث کراچی مجریہ ۱۵ دسمبر ۱۹۸۵ء شائع ہوا۔ بعد میں ہفت روزہ الاعتصام لاہور اور ماہنامہ محدث لاہور میں بھی شائع ہوا۔

حافظ ابن کثیرؒ پر میرا مقالہ ترجمان القرآن لاہور مارچ ۱۹۸۳ء میں شائع ہوا۔

۱۹۸۸ء میں راقم نے اپنے مقالہ امام ابن تیمیہ (ترجمان القرآن) میں مزید اضافہ کیا اور اس کو کتابی صورت میں ۴۸ صفحات پر مولانا محمد علی جانباز صدر مدرس جامعہ ابراہیمیہ سیالکوٹ نے شائع کیا۔ اس رسالہ میں امام صاحب کے چار تلامذہ حافظ ابن قیم، حافظ ابن عبدالہادی، حافظ ابن کثیر اور حافظ ذہبیؒ کے مختصر احالات جواز سرنو لکھے گئے شامل کئے گئے۔ جو ۸ صفحات پر محیط ہیں۔

اب راقم نے اپنی اس کتاب میں اضافہ کیا ہے تمام عنوانات جو مختصر رسالہ میں لکھے گئے

تھے۔ان پر تفصیل سے لکھا ہے۔اس طرح امام صاحب کے تلامذہ کے حالات بھی تفصیل سے لکھے ہیں۔

مقدمہ میں امام ابن تیمیہؒ کی اصلاحی اور تجدیدی مساعی پر روشنی ڈالی ہے۔اور اس کے ساتھ امام ابن تیمیہؒ پر عربی، فارسی اور اردو میں جو کتابیں شائع ہوئی ہیں ان کی مختصر تفصیل بھی درج کی ہے۔

میں محترم پروفیسر عبدالستار حامد مہتمم جامعہ توحیدیہ اہلحدیث وزیر آباد اور پروفیسر حکیم راحت نسیم سوہدروی کا شکر گزار ہوں۔کہ انہوں نے اس کتاب پر تقریظ اور تعارف لکھا ہے۔

میں محترم ضیاء الحق نعمانی صاحب کا بھی ممنون ہوں کہ انہوں نے یہ کتاب نعمانی کتب خانہ کے زیر اہتمام شائع کی ہے۔

عبدالرشید عراقی
سوہدرہ۔ضلع گوجرانوالہ
۱۶جولائی ۲۰۰۱ء
۲۴ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ
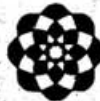
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف

پروفیسر حکیم راحت نسیم سوہدروی

مولانا حسرت موہانی کا مشہور شعر ہے۔

ہے مشق سخن جاری چکی کی مشقت بھی
اک طرفہ تماشا ہے حسرت کی طبیعت بھی

طبیعت کی رنگا رنگی اور مشاغل کا یہی تنوع محترم ملک عبدالرشید عراقی صاحب میں بدرجہ اتم نظر آتا ہے۔ عراقی صاحب جماعت اہلحدیث کے مشہور قلمکار ہیں۔ تقریباً ۴۰ سال سے ان کے مضامین و مقالات مختلف دینی رسائل اور اخبارات میں شائع ہو رہے ہیں۔ پاکستان کا کوئی دینی، ادبی اور سیاسی رسالہ ایسا نہیں ہے جس میں ان کا مضمون شائع نہ ہوتا ہو۔ راقم کو ایک بار عراقی صاحب نے بتایا کہ میرے مضامین جن رسائل میں شائع ہوئے ہیں ان کی تعداد (۷۰) کے قریب ہے اور روزناموں کی تعداد (۲۰) ہے۔

عراقی صاحب کا موضوع "شخصیات" ہے۔ اور شخصیات پر ان کی درج ذیل کتابیں شائع ہو چکی ہیں:

تذکرہ ابوالوفا مولانا ثناء اللہ امرتسری

(۱) تذکرہ بزرگانِ علوی سوہدرہ

(۲) سیرت ائمہ اربعہ

(۳) مؤلفین صحاح ستہ اور ان کے علمی کارنامے

(۴) تذکرہ حافظ عبداللہ محدث روپڑیؒ

(۵) تذکرہ حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی

(۶) امام ابن تیمیہؒ (۴۸ صفحات)

(۷) شاہ ولی اللہ دہلویؒ

(۸) دو روشن ستارے (مجدد الف ثانی، شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ)

(۹) کاروانِ حدیث (۴۲ محدثین کے حالات اور ان کی علمی خدمات کا تذکرہ)

عراقی صاحب کی درج ذیل کتابیں زیرِ طبع ہیں:

(۱) مولانا ابوالکلام آزادؒ

(۲) مولانا سید سلیمان ندویؒ

(۳) غزنوی خاندان

(۴) تذکرہ علمائے اہلحدیث (۲۲ جلیل القدر علمائے حدیث کے حالات)

(۵) حیات نذیر (شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلویؒ)

(۶) تذکرہ الکرام فی ذکر علمائے اسلام (محی السنۃ مولانا سید نواب صدیق حسن خان مرحوم، مولانا سید نور الحسن خاں اور مولانا سید علی حسن خاں کے حالات)

(۷) تذکرہ النبلاء فی تراجم العلماء (خاندان ولی اللہی دہلوی، خاندان عمر پور، غزنوی خاندان، روپڑی خاندان، علوی خاندان، سوہدرہ، کیلانی خاندان، قصوری خاندان اور بنارسی خاندان کے حالات زندگی اور ان کی علمی خدمات کا تذکرہ)

امام ابن تیمیہؒ پر عراقی صاحب کا ایک مختصر رسالہ ۴۸ صفحات میں ۱۹۹۸ء میں جامعہ ابراہیمیہ سیالکوٹ سے شائع ہوا تھا۔ اب عراقی صاحب نے اس کتاب کو دوبارہ تحریر کیا ہے۔ جس میں امام ابن تیمیہؒ اور ان کے چار تلامذہ حافظ ابن قیمؒ حافظ ابن عبدالہادی، حافظ ابن کثیر اور حافظ ذہبی رحمہم اللہ اجمعین کے حالات اور ان کی علمی خدمات کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

امام ابن تیمیہؒ اپنے دور کے متبحر عالم تھے۔ انہوں نے اپنی خداداد علمی بصیرت سے ایک مجتہدانہ مقام حاصل کیا۔ ان کے علمی تبحر اور جامع کمالات ہونے کا اعتراف ان کے معاصرین اور اساتذہ نے کیا ہے۔ آپ کا سب سے بڑا علمی کارنامہ علوم شریعت کی تجدید ہے اس کے علاوہ عقائد باطلہ کی قرآن وحدیث اور فقہ اسلامی کی روشنی میں تردید کی۔

عراقی صاحب نے اپنے مقدمہ میں امام صاحب کی علمی خدمات کا بڑے اچھے انداز میں تذکرہ کیا ہے۔ اور امام صاحب کی اصلاحی وتجدیدی خدمات پر بھی اظہار خیال کیا ہے پروفیسر

عبدالستار حامد صاحب نے اپنی تقریظ میں امام ابن تیمیہؒ اور ان کی خدمات اور اس وقت کے سیاسی حالات کا تذکرہ کیا ہے۔ حافظ صاحب کی تقریظ بڑی جامع اور معلومات سے پر ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں زمرہ صالحین میں شامل فرمائے۔ اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

حکیم راحت نسیم سوہدروی
ہمدرد دواخانہ
سکیم موڑ۔ اقبال ٹاؤن۔ لاہور
۹ جولائی ۲۰۰۱ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

پروفیسر حافظ عبدالستار حامد

ساتویں صدی ہجری کا زمانہ وسطی ایشیا کی اسلامی سلطنتوں کے لئے بہت ہی ہولناک زمانہ تھا جب تاتاریوں نے اسلامی سلطنتوں پر دھاوا بول دیا جس سے اسلامی سلطنتوں کی بنیادیں ہل گئیں اور بے شمار مسلمان جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

۶۹۹ھ میں تاتاریوں نے دمشق کی طرف رخ کیا۔ مسلمان ان کے مقابلہ پر آئے۔ لیکن شکست کھائی اور بے شمار مسلمان شہادت سے سرفراز ہوئے۔ ۷۰۰ھ میں تاتاریوں کی دوبارہ آمد کی اطلاع ملی۔ جس سے شام کے مسلمان سراسیمہ ہوگئے لیکن تاتاری نہ آئے۔ ۷۰۲ھ میں تیسری بار تاتاریوں نے شام پر چڑھائی کی۔ مسلمانوں نے ڈٹ کر ان کا مقابلہ کیا۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اس جنگ میں شریک تھے۔ آپ نے مسلمانوں کو وعظ و تبلیغ کے ذریعہ فلسفہ جہاد سے آگاہ کیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کامیابی و کامرانی سے ہمکنار کیا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی ذات محتاج تعارف نہیں ہے۔ آپ نے اپنے دور میں جو دینی، علمی، اصلاحی اور تجدیدی کارنامے انجام دیئے۔ اس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔

آپ نے دین اسلام کی نشر و اشاعت، کتاب و سنت کی ترقی و ترویج اور شرک و بدعت کی تردید و توبیخ میں اپنی ساری زندگی بسر کردی۔

امام ابن تیمیہؒ علوم اسلامیہ کا بحرِ ذخار تھے۔ اور تمام علوم پر ان کو مکمل دسترس حاصل تھی۔ آپ نے ہر علم کا مطالعہ کیا اور اس کے بعد آپ نے ہر علم کو کتاب و سنت کے معیار پر جانچا اور اس میں حق و باطل کی آمیزش کو پورے طور پر واضح کیا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی تجدیدی و اصلاحی خدمات قدر کے قابل ہیں۔ آپ نے سب

سے پہلے عقیدہ توحید کی تجدید اور مشرکانہ عقائد و رسوم کا ابطال کیا۔ اس کے بعد فلسفہ و منطق اور علم کلام پر تنقید کی۔ اور اس سلسلہ میں جاہل صوفیوں نے جن بدعات اور محدثات کا اضافہ کر دیا تھا۔ اس کی نشاندہی کی اور کتاب و سنت کی روشنی میں صحیح عقائد سے آگاہ کیا۔ اس کے علاوہ آپ نے ان عقائد و رسوم کا ابطال بھی کیا۔ جو غیر مسلم اقوام کے مسلمانوں نے اختیار کر رکھے تھے۔ اور سب سے بڑا اور اہم کارنامہ جو شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے سرانجام دیا۔ وہ علوم شریعت کی تجدید اور فکر اسلامی کا احیاء ہے۔

امام ابن تیمیہؒ نے اپنے دور میں علوم اسلامیہ میں جو مجتہدانہ مقام حاصل کیا اور تفسیر، حدیث اور فقہ میں اپنی امامت اور علمی تبحر کا نقش اپنے زمانہ پر قائم کیا۔ اس میں بڑا دخل آن کے غیر معمولی حافظہ کو تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس نعمت سے نوازا تھا۔

امام ابن تیمیہؒ جہاں ایک بلند پایہ عالم، مفسر، محدث، محقق اور نقاد تھے۔ وہاں آپ ایک اعلیٰ درجہ کے مصنف بھی تھے۔ آپ نے مختلف موضوعات پر پانچ سو سے زیادہ کتابیں لکھیں۔

ان کے دور میں صوفیا اور متکلمین نے اسلام کو بہت زیادہ نقصان پہنچایا۔ آپ نے فلسفہ و منطق اور علم کلام پر تنقید کا فرض انجام دیا۔ اور ان کے مقابلہ میں مدلل طریقہ پر کتاب و سنت کے طرز و اسلوب کی برتری ثابت کی۔ اور صوفیا و متکلمین کے رد میں ''نقض المنطق'' اور ''کتاب الرد علی المنطق'' کتابیں لکھیں۔

امام ابن تیمیہؒ نے یوں تو تقریباً تمام غیر اسلامی مذاہب و عقائد کی تنقید و تردید کی خدمت انجام دی۔ اور ان کی عمر کا ایک بڑا حصہ اس علمی جہاد کی نذر رہوا۔ ان کے دور میں عیسائیوں نے ایک کتاب شائع کی۔ جس میں عیسائی مصنف نے عقلی اور نقلی حیثیت سے مسیحیت کا اثبات ثابت کرنے کی کوشش کی تھی۔ اور مسیحی عقائد کو بھی عقلاً اور نقلاً ثابت کرنے کی کوشش کی تھی۔ اور کتاب میں یہ بات ثابت کی کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت عمومی نہیں۔ آپ ﷺ صرف عربوں کی طرف مبعوث گئے تھے۔ اور مسیحی آپ پر ایمان لانے کے مکلف نہیں تھے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اس کتاب کا جواب ''الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح'' کے نام سے چار جلدوں میں دیا۔ اور اس کتاب میں انہوں نے صرف مدافعت اور صفائی پیش کرنے پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ مسیحیت کی بنیادوں پر بھی حملہ کیا۔ امام صاحب نے اس کتاب میں

آنحضرت ﷺ کی بعثت کی بشارتوں اور آپ ﷺ کے دلائل نبوت کی پیشن گوئیوں کا اتنا بڑا ذخیرہ پیش کر دیا ہے۔ جو کسی اور کتاب میں دستیاب نہیں ہو سکتا۔

اس کے علاوہ امام صاحب نے اس کتاب میں مسیحیت کی تاریخ مسیحی علم کلام اور مسیحی علماء کی موشگافیوں پر تفصیل سے تبصرہ فرمایا ہے۔

الجواب الصحیح اپنے موضوع کے اعتبار سے بڑی لاجواب کتاب ہے۔ پروفیسر ابوزہرہ مصری مرحوم نے بجا طور پر فرمایا ہے کہ: "الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح امام ابن تیمیہؒ کی تصانیف میں سب سے زیادہ ٹھنڈی اور پرسکون کتاب ہے۔ یہ کتاب ان کو باعمل علماء مجاہد ائمہ اور غیر فانی مفکرین کا مرتبہ دلانے کے لئے کافی ہے۔"

ردشیعیت میں امام صاحب کی مایہ ناز تصنیف منہاج السنۃ النبویہ فی نقض کلام الشیعۃ والقدریہ ہے۔

یہ کتاب ایک شیعی عالم ابن مطہر الحلی کی کتاب منہاج الکرامہ فی معرفۃ الامامہ کے رد میں ہے۔ شیعی مصنف نے اپنی کتاب میں حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کی امامت وعصمت کے ثبوت اور خلفائے ثلاثہ کی خلافت کی تردید اور دوسرے صحابہ کرام کے مطاعن پر بحث کی ہے شیعہ مصنف نے آیات قرآنی اور احادیث نبویہ کی روشنی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ائمہ اثناعشریہ کے فضائل ان کی امامت وعصمت کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور اسی طرح خلفائے ثلاثہ اور صحابہ کرام کے مطاعن کو آیات قرآنی اور احادیث نبوی اور تاریخ سیر سے ثابت کرنے کی جسارت کی ہے۔

امام ابن تیمیہؒ نے اس کتاب کا جواب چار جلدوں میں دیا اور کتاب کا نام "منہاج السنۃ النبویہ فی نقض الکلام الشیعہ والقدریہ" ہے- امام صاحب جو اپنے زمانہ کے امیر المومنین فی الحدیث تھے۔ اس کا جواب قرآن وحدیث' اقوال صحابہ وآثار سلف صالحین کے دلائل سے دیا۔ علماء اسلام نے لکھا ہے کہ امام صاحب کی یہ کتاب ان کی تصانیف میں ایک امتیازی شان رکھتی ہے۔ اور اس کے مطالعہ سے امام ابن تیمیہؒ کے تبحر علمی' وسعت معلومات' حاضر دماغی' حفظ واستحضار' ذوق مطالعہ اور ذہانت وطباعی کا اندازہ ہوتا ہے۔ امام صاحب نے شیعہ مصنف کی طرف سے اٹھائے گئے تمام اعتراضات کو دلائل سے رد کیا ہے۔

ملک عبدالرشید عرقی صاحب نے اپنی اس کتاب میں امام ابن تیمیہؒ کے حالات زندگی اوران کے دینی، علمی، اصلاحی اور تجدیدی کارناموں کا تذکرہ کیا ہے اوران کی تصانیف کا بھی ذکر کیا ہے۔

علاوہ ازیں امام صاحب کے چار تلامذہ حافظ ابن قیمؒ، حافظ ابن عبدالہادیؒ حافظ ابن کثیرؒ اور حافظ ذہبیؒ کے حالات اوران کی علمی خدمات کا تذکرہ کیا ہے۔

عراقی صاحب نے اپنی اس کتاب میں شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اوران کے تلامذہ کا جس مؤثر انداز میں ان کے حالات زندگی اوران کی دینی خدمات کو بیان کیا ہے۔ اس پر وہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔

میں نے مختصر تقریظ عراقی صاحب کی فرمائش پر لکھی ہے اللہ تعالیٰ عراقی صاحب کی محنت کو قبول فرمائے۔ (آمین)

حافظ عبدالستار
جامعہ توحیدیہ اہلحدیث (وزیر آباد)
۲ جولائی ۲۰۰۱ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ اپنے دور کے ایک متبحر عالم' محدث' مورخ' فقیہ اور نقاد تھے۔ علوم اسلامیہ میں جو مجتہدانہ مقام حاصل کیا اور تفسیر' حدیث' فقہ' تاریخ اور علم کلام میں بیک وقت اپنی امامت' تبحر علمی اور غیر معمولی عدالت وثقاہت کا جو نقش اپنے زمانہ میں قائم کیا۔ اس میں بہت بڑا دخل ان کے غیر معمولی حافظہ اور ذہانت کو تھا۔ امام ابن تیمیہؒ کے زمانہ میں اسلامی علوم اتنی وسعت اختیار کر چکے تھے اور معقولات کا اتنا بڑا ذخیرہ جمع ہو گیا تھا۔ کہ ایک ایسا عالم جو علوم اسلامیہ پر گہری نظر رکھتا ہو وہ مقابلہ کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ امام ابن تیمیہؒ کو اللہ تعالیٰ نے حافظہ اور استحضار کی قوت عطا فرمائی تھی اور اس کی مدد سے آپ نے تفسیر' حدیث' فقہ' اصول فقہ' علم اخلاف (اختلافات ائمہ) علم کلام' تاریخ وسیر و آثار' علم الرجال' لغت ونحو کے اس وقت کے ذخیرہ پر عبور حاصل کیا اور اس کے بعد دین اسلام کے خلاف جس قسم کی بھی شورش برپا ہوئی۔ اس کا دندان شکن جواب دیا۔

امام ابن تیمیہؒ نے اپنے تبحر علمی شوق مطالعہ اور ذوق علم سے اسلامی علوم اور رائج الوقت علوم وفنون میں ایسی جامعیت پیدا کی کہ ان کے معاصرین جو اپنے فن میں مسلم الثبوت استاد اور امام فن تھے۔ اس کا اعتراف کیا شیخ تقی الدین دقیق العید (م ۷۰۲ھ) جو آپ کے معاصر تھے۔ انہوں نے امام ابن تیمیہؒ سے ایک ملاقات کے بعد فرمایا کہ:

> ''جب ابن تیمیہؒ سے میری ملاقات ہوئی تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ تمام علوم اس شخص کی آنکھوں کے سامنے ہیں۔ جو چاہتا ہے لے لیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے چھوڑ دیتا ہے۔''

تفسیر اور حدیث میں ان کو کمال حاصل تھا۔ حدیث کے رواۃ اور اسناد پر ان کی گہری نظر تھی۔ اور حدیث میں آپ کی واقفیت پر معاصرین نے یہ شہادت دی کہ:

''جس حدیث کو ابن تیمیہؒ نہیں جانتے وہ حدیث ہی نہیں ہے۔''

تاریخ ان کا خصوصی فن نہیں تھا اور نہ انہوں نے اس کو اپنا موضوع بنایا۔ اس کے باوجود ارباب سیر نے آپ کے بارے میں لکھا ہے۔ کہ ان کی تاریخی واقفیت حیرت انگیز اور تعجب خیز ہے۔

امام ابن تیمیہؒ ایک بلند پایہ مصنف اور بہت بڑے نقاد تھے۔ دوسرے لفظوں میں آپ صاحب قلم تھے اور اس کے ساتھ ساتھ صاحب سیف بھی تھے۔ ان کی شجاعت' دلیری اور موت سے بے خوفی ان کے تمام معاصرین کے لئے حیرت انگیز تھی۔ علامہ شیخ مرعی بن یوسف (م ۱۰۳۲ھ) لکھتے ہیں کہ:

> ''امام ابن تیمیہؒ جب گھوڑے پر سوار ہوتے تھے تو دشمن کی صفوں میں اس طرح گھومتے پھرتے تھے جیسے بڑے سے بڑا بہادر' اسطرح کھڑے ہوتے تھے جیسے بڑے سے بڑا ثابت قدم شہسوار' دشمن کو اپنے حملوں سے چور کر دیتے تھے اور اس بے تکلفی سے فوج میں گھس جاتے تھے جیسے ان کو موت کا کوئی خوف نہیں ہے۔''

امام ابن تیمیہؒ اپنے معاصرین میں اپنے تبحر علمی کی وجہ سے ممتاز تھے اور معاصرین نے اس کا اعتراف کیا ہے۔ لیکن ان کا اصلی امتیاز جس نے ان کو تاریخ میں زندہ جاوید یادگار بنا دیا۔ ان کا تبحر نہ تھا۔ بلکہ ان کا فکری استقلال' ذوق تحقیق اور مجتہدانہ انداز تھا۔ انہوں نے انہی کتابوں کا مطالعہ کیا جن کا ان کے معاصرین نے مطالعہ کیا تھا۔ مگر انہوں نے انہی علوم اور کتابوں کے اندر اپنی راہ پیدا کر لی اور جدید خصوصی مقام حاصل کر لیا۔ نحو سب نے پڑھی تھی۔ اور سیبویہ کو امام تسلیم کرتے تھے۔ اور اس کے قول کو حرف آخر تسلیم کرتے تھے لیکن امام ابن تیمیہؒ نے ناقدانہ مطالعہ کیا اور فرمایا:

> ''سیبویہ کوئی نبی نہیں تھا' جس پر نحو اتری ہے اس نے اپنی کتاب میں ۸۰ مقامات پر غلطی کی ہے۔''

یونانی فلسفہ و منطق کے مطالعہ سے ان کے زمانہ کے اکثر علماء' فقہا محتاط تھے۔ اور جنہوں نے مطالعہ کیا تھا وہ کم و بیش اس کے ناشر تھے۔ یہاں تک کہ امام غزالی (م ۵۱۱ھ) اپنی

تصنیف ''احیاء العلوم'' میں یونانی فلسفہ والٰہیات کے اثرات سے محفوظ نہ رہ سکے۔ امام ابن تیمیہؒ نے یونانی فلسفہ ومنطق کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور اس سے کہیں سمجھوتہ کرتے نظر نہیں آتے۔ آپ نے اپنی تصنیف ''کتاب الرد علی المنطقین'' میں یونانی فلسفہ ومنطق پر ناقدانہ بحث کی ہے۔

امام ابن تیمیہؒ نے تقریباً تمام غیر اسلامی مذاہب وعقائد کی تنقید وتردید کی اور ان کی زندگی کا ایک بڑا حصہ اس علمی جہاد کی نذر رہوا۔

مسلمانوں کے سیاسی زوال وانحطاط کے ساتھ ساتھ اسلامی ملکوں میں دوسرے مذاہب والوں نے نئی کروٹ لی۔ اور ان مذاہب وادیان میں سب سے زیادہ مستعدی میسحیت نے دکھائی۔ جس کے ماننے والوں کی بڑی تعداد اس وقت اسلامی ممالک بالخصوص مصر وشام میں تھی۔ خصوصاً شام کی سرحدیں عیسائی ممالک سے ملتی تھی۔ اور عیسائی مبلغین اس کوشش میں مصروف تھے کہ کسی طرح شام دوبارہ میسحیت کے جھنڈے کے نیچے آجائے۔

۶۵۸ھ میں جب دمشق پر تاتاریوں کا قبضہ ہوا۔ اور تاتاری فاتحانہ دمشق میں داخل ہوئے۔ تو عیسائیوں نے شہر سے نکل کر ان کا استقبال کیا اور ان کو تحائف پیش کیے۔ اسی زمانہ میں قبرص سے عیسائیوں کی ایک کتاب دمشق پہنچی۔ جس میں نقلی اور عقلی حیثیت سے میسحیت کا اثبات کیا گیا تھا اور مسیحی عقائد کو عقلاً ونقلاً ثابت کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ آنحضرت ﷺ کی بعثت عمومی نہیں۔ آپ ﷺ صرف عربوں کی طرف معبوث کیے گئے تھے۔ اور مسیحی آپ ﷺ پر ایمان لانے کے مکلف نہیں۔ عیسائیوں کی اس کتاب نے شام کے دینی اور علمی حلقوں میں کافی اہمیت اختیار کرلی۔

امام ابن تیمیہؒ کے مطالعہ میں جب یہ کتاب آئی۔ تو آپ نے اس کا جواب ''الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح'' کے نام سے چار جلدوں میں دیا۔ اس میں آپ نے صرف مدافعت اور صفائی ہی کو پیش نظر نہیں رکھا بلکہ میسحیت کی بنیادوں پر بھی حملہ کیا ہے اور نبوت محمدی کو ثابت کرنے کے لئے قدیم وجدید دلائل دیے اور میسحیت کی تاریخ پر تفصیل سے بحث کی ہے۔ آنحضرت ﷺ کی بعثت پر پیشین گوئیوں کا اتنا بڑا ذخیرہ جمع کردیا ہے۔ جو تنہا کسی ایک کتاب میں جمع نہیں ہوسکتا۔ یہ امام ابن تیمیہؒ ہی تھے۔ جنہوں نے عیسائیت کی تردید میں اتنی بڑی کتاب لکھی۔ کیونکہ ابن تیمیہؒ ایک طرف فلسفہ، علم کلام اور عقائد وفرق پر وسیع نظر رکھتے تھے۔ اور دوسری طرف عہد عتیق اور عہد

جدید کے صحیفوں پر پورا عبور تھا۔ پروفیسر ابو زہرہ مصری (م ۱۹۶۰ء) نے "الجواب الصحیح" کے بارے میں جو رائے دی ہے وہ بہت مناسب اور موزوں ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

"امام ابن تیمیہؒ کی مناظرانہ تصانیف میں یہ کتاب سب سے زیادہ ٹھنڈی اور پُرسکون ہے یہ کتاب تنہا ان کو باعمل علماء' مجاہد' ائمہ اور غیر فانی مفکرین کا رتبہ دلانے کے لئے کافی ہے۔"

امام ابن تیمیہؒ نے عیسائیت کی تردید کے ساتھ شیعیت کی تردید میں بھی ایک لاجواب کتاب "منہاج السنۃ النبویہ فی نقض کلام الشیعہ والقدریہ" لکھی۔ اس کتاب کی تالیف کا پس منظر یہ ہے کہ ایک شیعی عالم "ابن مطہر الحلی" نے تاتاری بادشاہ "اولیجا خدابندہ خاں" جس نے ابن مطہر کی تحریک و تبلیغ سے شیعہ مذہب اختیار کر لیا تھا۔ اس کی رضاجوئی کے لئے اثبات شیعیت و رد سنت و خلافت "منہاج الکرامہ فی معرفۃ الامہ" نام سے کتاب لکھی۔ یہ کتاب حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کی امامت و عصمت کے ثبوت اور خلفائے ثلاثہ کی خلافت کی تردید اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مطاعن پر مشتمل تھی اور مصنف نے آیات قرآنی اور احادیث نبویہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کی امامت و عصمت ثابت کرنے کی پوری کوشش کی تھی۔ اور اس کے ساتھ مصنف نے اس کتاب میں ذات و صفات اور اہل سنت کے اصول و عقائد پر بھی متکلمانہ بحث کی تھی۔

امام ابن تیمیہؒ کو اس وقت کے علمائے اہل سنت نے اس کتاب کا جواب لکھنے کی تحریک کی۔ اس لیے اس کتاب کا جواب وہی شخص دے سکتا تھا۔ جس کی تفسیر' حدیث' تاریخ و آثار' علم کلام' عقائد اور فلسفہ پر گہری نظر ہو۔ چنانچہ امام ابن تیمیہؒ نے "منہاج السنۃ النبویہ فی نقض کلام الشیعہ والقدریہ" کے نام سے اس کا جواب دیا۔ یہ کتاب چار جلدوں میں ہے اور ابن تیمیہؒ کی تصانیف میں ایک امتیازی شان رکھتی ہے۔ امام ابن تیمیہؒ کے علمی تبحر' وسعت نظر' حاضر دماغی' حفظ واستحضار' پختگی اور اتقان اور ذہانت طباعی کا اگر صحیح نمونہ دیکھنا ہو تو اس کتاب کو دیکھنا چاہیے۔ بقول مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مرحوم:

"مصنف منہاج الکرامہ کی عبارت نقل کرنے کے بعد جب ان کے علم و حمیت دینی کو جوش آتا ہے اور ان کے علم کے سمندر میں طوفان اٹھتا ہے

اور تفسیر و حدیث تاریخ و سیر کی معلومات کا لشکر امڈتا ہے تو بے اختیار ان کے فریق مقابل سے کہنے کو جی چاہتا ہے کہ:

﴿یٰاَیُّھَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰکِنَکُمْ لَا یَحْطِمَنَّکُمْ سُلَیْمٰنُ وَجُنُوْدُہٗ وَھُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ﴾

امام ابن تیمیہؒ کی دینی حمیت اور ایمانی جذبہ مثالی تھا۔ ۶۹۳ھ میں ایک عیسائی نے آنحضرت ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کی جس سے دمشق میں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ امام صاحب نے اس کا سختی سے نوٹس لیا اور اپنی مشہور کتاب "الصارم المسلول الی شاتم الرسول" لکھی۔ جس میں تفصیل سے اس مسئلہ پر روشنی ڈالی کہ شاتم رسول کی کیا سزا ہو سکتی ہے۔

فقہ و حدیث میں بحث و نظر کے عرصہ سے کچھ دائرے محدود ہو گئے تھے۔ جن سے باہر نکلنے کی کوشش نہیں ہو رہی تھی۔ اور عرصہ دراز سے اس میں کوئی خاص اضافہ نہیں ہو رہا تھا۔ امام ابن تیمیہؒ نے اس میں کوشش کی اور اپنی تحقیقات کو پوری شجاعت اور سنجیدگی سے پیش کیا۔ چنانچہ ساکن علمی حلقوں میں جنبش پیدا ہوئی غور و فکر کا دروازہ کھلا اور امام ابن تیمیہؒ نے کتاب و سنت اور آثار صحابہ کی روشنی میں فتویٰ دینا شروع کیا۔

حافظ شمس الدین ذہبی (م ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں کہ:

"انہوں نے سنت خالصہ اور طریقہ سلف کی نصرت میں ایسے دلائل' مقدمات اور وجوہ قائم کئے جن میں وہ منفرد ہیں۔ کسی نے ان سے پہلے ایسے دلائل و مقدمات قائم نہیں کئے۔"

امام ابن تیمیہؒ کی زندگی کا ایک نمایاں پہلو یہ ہے کہ وہ ساری زندگی علم دین کی خدمت میں مصروف رہے۔ انہوں نے کوئی دینی منصب یا انتظامی ذمہ داری قبول نہیں کی۔ بلکہ اپنی ساری زندگی علم دین کے اشتغال' افتاء' درس و تدریس' وعظ و ارشاد' تصنیف و تالیف اور تحقیق و تدقیق کے سوا کسی مشغلہ سے تعلق نہیں رکھا۔ امام صاحب کے اخلاق عالیہ و للہیت کی ایک بڑی دلیل یہ تھی کہ انہوں نے ساری زندگی کسی سے ذاتی بدلہ نہیں لیا۔ اور اپنے حریفوں اور مخالفوں کو ہر موقع پر معاف کیا۔ جس کسی سے اختلاف تھا دینی تھا' ذاتی نہیں تھا۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

"اس اخلاص وانہماک کا نتیجہ یہ تھا کہ انہوں نے ۶۷ سال کی معروف اور پر از حوادث واقعات اور تلاطم خیز زندگی میں تصنیفات وتحقیقات اور علمی آثار کا ایک ایسا ذخیرہ چھوڑا جو اہل علم کی ایک پوری جماعت کے لئے سرمایہ فخر بن سکتا ہے۔ اسی اخلاص وانہماک کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے زمانہ پر ایسے دیرپا اثرات چھوڑے کہ وہ بجا طور پر ایک نئے دور کے بانی اور ایک عہدِ آفریں شخصیت کے مالک کہے جاسکتے ہیں۔"

امام ابن تیمیہؒ کے علمی تبحر اور ان کے جامع کمالات ہونے کی وجہ سے کچھ علمائے کرامؒ ان کے مخالف تھے۔ امام صاحب اپنے علم وفضل کی وجہ سے عوام وخواص اور حکومت میں مقبول تھے۔ ان کے علم وفضل اور تقریر وتحریر کے سامنے کسی کا چراغ نہیں جلتا تھا۔ وہ جہاں رہتے سب پر چھا جاتے۔ درس دیتے تو درس کی دوسری محفلیں بے رونق ہو جاتیں۔ تقریر کرتے تو علم کا دریا اُمڈتا ہوا نظر آتا۔ اس لئے ایک گروہ ان کا مخالف ہو گیا۔ مگر آپ نے کسی کی مخالفت کی پرواہ نہیں کی اور ساری زندگی کتاب وسنت کی نشرواشاعت اور شرک وبدعت کی تردید میں بسر کردی۔ امام ابن تیمیہؒ کی ساری زندگی اتباع سنت میں بسر ہوئی۔ اور حدیث وسنت کے ساتھ ابن تیمیہؒ کے شغف وانہماک کا اعتراف آپ کے مخالفین نے بھی کیا ہے۔ صاحب الکواکب الدرریہ شیخ مرعی بن یوسف (م ۱۰۳۲ھ) نے حافظ سراج الدین البزارکا یہ قول نقل کیا ہے:

"خدا کی قسم! میں نے رسول اللہ ﷺ کا اتنا ادب واحترام کرنے والا اور آپ ﷺ کی اتباع اور آپ ﷺ کے دین کی نصرت کی حرص رکھنے والا ابن تیمیہؒ سے بڑھ کر کوئی نہیں دیکھا۔

امام ابن تیمیہؒ کے تجدیدی واصلاحی کارناموں کی تفصیل بہت طویل ہے۔ اور ان ہر دو امور پر آپ کی خدمات جلیلہ قابل قدر ہیں۔ تاہم آپ کے تجدیدی اور اصلاحی کارنامے خصوصی اہمیت کے حامل ہیں۔ جو ان کی تاریخ اصلاح وتجدید میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

عقیدۂ توحید کی تجدید اور مشرکانہ عقائد ورسوم کا ابطال:

غیر مسلم اور عجمی اقوام کے اختلاط اور اسماعیلی وباطنی حکومتوں کے نفوذ اور گمراہ کن

صوفیوں کی تعلیم و عمل سے مسلمانوں میں مشرکانہ عقائد و رسوم کا بہت رواج ہو چلا تھا' قبر پرستی عام ہو چکی تھی۔ اور اس کے ساتھ قبر پرست لوگ توحید پرستوں پر تنقید کرتے تھے اور ان کا مذاق اڑاتے تھے۔ اور اس کے ساتھ ان میں یہ رسم بد رواج پذیر ہو چکی تھی کہ بزرگوں کے بارے میں الوہیت کا اعتقاد رکھتے تھے۔ ان کے مزارات کا طواف کرتے تھے۔

امام ابن تیمیہؒ نے ان سب مشرکانہ اعمال و رسوم کے خلاف جہاد و تجدید کا علم بلند کیا۔ اور عوام کی ناخوشی نیز خواص کا عوام کے قہر و عتاب سے بالکل بے نیاز ہو کر مروجہ اعمال و رسوم اور مشرکانہ عقائد و خیالات کی تردید کی اور ان عقائد و تخیلات پر تیشہ چلایا۔ جو اس مشرکانہ طرز عمل کی بنیاد تھے۔

فلسفہ و منطق اور علم کلام کی تردید: شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا علمی و اصلاحی اور تجدیدی کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے زمانہ میں فلسفہ و منطق و علم کلام کی تردید کا فریضہ انجام دیا اور اس کے مدمقابل مدلل طریقہ سے کتاب و سنت کے طرز اسلوب کی برتری ثابت کی۔ یونانی فلسفہ و منطق کی کتابوں کا ترجمہ خلیفہ منصور کے عہد تقریباً ۱۳۶ھ میں شروع ہو گیا تھا۔ معتزلہ نے ان کتابوں کا مطالعہ اور ان سے استفادہ کیا تھا۔ یونانی فلسفہ و منطق کا اصل رواج عباسی خلیفہ مامون الرشید (۱۹۸ھ تا ۲۱۸ھ) کے عہد میں شروع ہوا۔ مامون الرشید نے اپنی سرپرستی میں یونانی فلسفہ و منطق کی کتابوں کے عربی زبان میں ترجمے کرائے۔ اور یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ مامون الرشید خود یونانی علوم کا بڑا قدردان اور حریص تھا۔ ترجمہ کا کام مامون الرشید کی وفات (۲۱۸ھ) کے عہد میں بھی جاری رہا۔

علامہ ابوالقاسم صاعد بن احمد الاندلسی (م ۴۶۳ھ) نے طبقات الامم میں لکھا ہے:

"چوتھی صدی ہجری تک یونان کے علمی ذخیرہ کا بڑا حصہ عربی میں منتقل ہو چکا تھا۔"

فلسفہ و منطق کی تردید میں سب سے پہلے علامہ عبدالکریم شہرستانی (م ۵۴۹ھ) نے "الملل والنحل" کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں فلسفہ و منطق کا مدلل رد کیا۔ اور ان کے بعد امام غزالی (م ۵۶۱) مدمقابل آئے۔ اور انہوں نے "تہافۃ الاسلام" کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ جس سے ایک صدی تک فلسفہ و منطق کے ایوان میں تزلزل رہا۔

امام غزالیؒ کے بعد امام ابن تیمیہؒ میدان میں آئے۔ اور انہوں نے یونانی فلسفہ و حکمت کی مدلل تنقید اور محاسبہ کیا اور آزادانہ و مجتہدانہ تبصرہ کیا اور فلسفہ و منطق کی تردید میں مختصر اور مجمل کتاب "نقض المنطق اور مفصل کتاب "الرد علی المنطقین" تصنیف کی۔

امام ابن تیمیہؒ نے محض اجمالی تبصرہ اور اصولی اعتراضات پر اکتفا نہیں کیا بلکہ پورے فن پر ایک ناقدانہ اور مجتہدانہ نگاہ ڈالی اور اس کا علمی احتساب کیا' اور خالص فنی حیثیت سے بحث کی۔

علوم شریعت کی تجدید: امام ابن تیمیہؒ کا سب سے بڑا علمی کارنامہ علوم شریعت کی تجدید ہے۔ آپ جس دور میں پیدا ہوئے اس وقت علوم اسلامیہ بڑی وسعت اختیار کر چکے تھے۔ خصوصیت کے ساتھ تفسیر' حدیث فقہ' اصولِ فقہ میں ہر موضوع پر وسیع کتب خانہ مرتب ہو چکا تھا۔ امام ابن تیمیہؒ نے اپنے خداداد حافظہ سے پورے علوم اسلامیہ پر عبور حاصل کیا' اور اس کو فکری طور پر ہضم کیا اور اس سے اپنی تصنیفات میں پورا فائدہ اٹھایا۔

امام ابن تیمیہؒ نے تفسیر قرآن کو اپنے فکر کا خاص موضوع بنایا۔ یہ ذوق آپ پر اس قدر غالب تھا۔ کہ ان کی کوئی کتاب ایسی نہیں جس میں قرآن مجید کی تفسیر کا مواد نہ ہو اور آیات قرآن سے استدلال اور ان کی شرح و تفسیر نہ ہو۔ تفسیر سے ان کا تعلق' اس میں ان کا اشتغال و انہماک ان کی زندگی میں بھی معروف تھا۔ یہ ان کا ایسا امتیازی نشان سمجھا جاتا ہے کہ ان کی نمازِ جنازہ کا اعلان اسی عنوان سے ہوا۔

﴿الصلوٰۃ علی ترجمان القرآن﴾

امام صاحب نے اصول تفسیر پر ایک رسالہ بھی تحریر فرمایا۔ علمائے کرام نے لکھا ہے کہ امام ابن تیمیہؒ پہلے شخص تھے۔ جنہوں نے اصول تفسیر میں رسالہ تصنیف کیا۔

امام ابن تیمیہؒ نے حدیث اور شرح حدیث میں کوئی مستقل کتاب تصنیف نہیں کی اور حدیث کا فن ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری تک جس وسعت اور کمال کو پہنچ چکا تھا اور اس کے بعد یہ کام ایسا ضروری بھی نہیں رہ گیا تھا۔ تاہم امام ابن تیمیہؒ کی تصانیف میں اصول حدیث' اسماء الرجال' جرح و تعدیل' نقد حدیث اور فقہ حدیث پر بہت مواد ملتا ہے۔ اگر اس مواد کو علیحدہ کیا جائے۔ تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے۔

اصول فقہ ان کا پسندیدہ اور ذوقی موضوع تھا۔ جس میں ان کو ملکہ راسخ حاصل تھا۔ اور اس میں وہ مجتہدانہ شان رکھتے تھے۔ ان کی کوئی کتاب ان اصولی مباحث سے خالی نہیں۔

علم کلام میں امام ابن تیمیہؒ تبحر علمی رکھتے تھے اور ان کی جو تصنیفات اس موضوع سے تعلق رکھتی ہیں ان کے مطالعہ سے ان کے اعلیٰ خیالات، قوت استدلال، حمیت دینی اور ان کے علم وذہانت کا پتہ چلتا ہے۔

فقہ امام بن تیمیہؒ کے زمانہ میں اتنی مدون ہو چکی تھی کہ اس میں نیا اضافہ بہت مشکل تھا۔ تاہم امام صاحب نے اس طرف خاص توجہ کی۔ آپ نے بکثرت مسائل واحکام پر مجتہدانہ نظر ڈالی۔ فقہ وحدیث میں تطبیق کی کوشش کی۔ نئے پیش آنے والے مسائل کے لئے اجتہاد واستنباط سے کام لیا۔ چنانچہ آپ نے اپنے فتاویٰ اور اجتہادات کا ایک بہت بڑا ذخیرہ چھوڑا۔

اس عظیم علمی کارنامہ کے ساتھ جس میں وسعت بھی تھی۔ امام ابن تیمیہؒ نے علوم شریعت کی تجدید کی۔ اور فکر اسلامی پر جو جمود اضمحلال طاری ہونے لگا تھا اس کو دور کیا۔ امام صاحب نے تصنیفات کا ایک علمی ذخیرہ چھوڑا ہے۔ جس کے مطالعہ سے ذہن میں وسعت، طبیعت میں جولانی اور فکر میں تحریک ونشاط پیدا ہوتا ہے۔

بلاشبہ امام ابن تیمیہؒ کا شمار علوم وافکار اسلامیہ کے مجددین میں ہوتا ہے۔

امام ابن تیمیہؒ کا ایک مستقل تجدیدی کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے فکر اسلامی کا احیا کیا اور اس سلسلہ میں ان کی ساری زندگی یہ کوشش رہی کہ عقائد کا ماخذ وحی، نبوت اور کتاب وسنت کو بنایا جائے۔ اس طرح انہوں نے فکر اسلامی کو طاقت وتازگی بخشی جو فلسفہ وعلم کلام اور عجمی روح سے بہت کچھ مجروح ومضمحل ہو گئی تھی۔

تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ چوتھی صدی ہجری سے پہلے تقلید شخصی کا رواج نہیں تھا۔ لوگ کسی ایک عالم کی تقلید یا کسی ایک مذہب کے تعین اور التزام کے بغیر عمل کرتے تھے اور کسی ایک مذہب کی تقلید خالص اور اس کے اصول وطریقہ پر فقہ حاصل کرنے اور فتویٰ دینے کا دستور عام نہیں تھا۔

جہاں تک امام ابن تیمیہؒ کے عمل کا تعلق ہے انہوں نے بیشتر مسائل میں امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) کے مذہب واصول پر فتویٰ دیا ہے۔ اکثر مسائل میں ان کی رائے اور فتویٰ ائمہ

اربعہ یا ائمہ ہدیٰ میں سے کسی نہ کسی امام کے اجتہاد اور فتویٰ کے مطابق ہے اور بعض مسائل میں انہوں نے اجتہاد سے کام لیا ہے اور کتاب و سنت اور اجماع و قیاس کی روشنی میں انہوں نے فتویٰ دیا ہے۔ ان سب صورتوں کا موازنہ کرتے ہوئے ان کے متعلق صحیح یہ ہے کہ وہ مذہب حنبلی کے مجتہد و منتسب تھے۔

امام ابن تیمیہؒ کے اس تجدیدی کارنامہ پر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی (م ۱۹۹۹ء) نے بڑا عمدہ تبصرہ کیا ہے۔

مولانا مرحوم لکھتے ہیں:

"امام ابن تیمیہؒ کا یہ تجدیدی کارنامہ ہے کہ انہوں نے جس طرح کتاب و سنت کو عقائد کا ماخذ بنانے کی پرزور دعوت دی اور خود کامیابی کے ساتھ اس پر عمل کیا اسی طرح کتاب و سنت کو فقہیات و احکام کا ماخذ بنانے اور ان کو حق کا معیار قرار دینے کی طاقت اور دعوت دی۔ اور اپنے زمانہ میں عمل کر کے دکھایا۔ اور فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ پر عمل کا نمونہ پیش کیا۔ ان کی اس دعوت نے ان فقہی دائرں اور امت کے علمی حلقوں میں جن میں عرصہ سے نئے غور و فکر اور احکام و مسائل کے کتاب و سنت سے مقابلہ کرنے کا کام بند ہو گیا تھا۔ اور اجتہاد و استنباط کا سلسلہ عرصہ سے مسدود تھا نئی علمی و فکری جرأت اور براہ راست کتاب و سنت کی طرف رجوع کی تحریک پیدا ہوئی۔ اس طرح سے انہوں نے اس صحیح اسلامی فکر کا احیا کیا جو قرون اولیٰ میں پائی جاتی تھی اور مسلمانوں کی زندگی کی بنیاد تھی۔ وہ اپنے تمام علمی و عملی کارناموں کی بنا پر تاریخ اسلام کی ان چیدہ شخصیتوں میں سے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے اس دین کی تجدید و احیا کا کام لیا۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۔"

تلامذہ: شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ کے تلامذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے مگر آپ کے جن تلامذہ نے آپ کی علوم کی نشر و اشاعت میں قابل قدر خدمات انجام دیں ان میں درج ذیل حضرات خاص

طور پر قابل ذکر ہیں:

❁ حافظ ابن قیمؒ (م ۷۵۱ھ) ❁ حافظ ابن عبدالہادیؒ (۷۴۲ھ)

❁ حافظ ابن کثیرؒ (۷۷۴ھ) ❁ حافظ ذہبیؒ (۷۴۸ھ)

حافظ ابن قیمؒ: حافظ ابن قیمؒ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے مایہ ناز شاگرد تھے اور آپ کے علوم کے مُرتب و ناشر تھے جیل میں بھی آپ کے ساتھ رہے۔ اور ۱۶ سال تک آپ کی صحبت میں رہے۔

حافظ ابن قیمؒ صحیح معنوں میں علوم ابن تیمیہؒ کے حامل تھے اور ساری زندگی اپنے استاد کے مسلک و مشرب پر قائم رہے۔ انہوں نے استاد کی دعوت و ارشاد کو عام کیا اور ساری عمر دفاع بھی کیا۔ حافظ ابن قیمؒ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے فقہ ابن تیمیہؒ کی نشر و اشاعت میں قابل قدر خدمات انجام دیں۔ مسئلہ طلاق پر انہوں نے ابن تیمیہؒ کے افکار و آراء کی خوب پشت پناہی کی۔ اپنے استاد کے فتاویٰ و اصول اور مباحث کلامیہ کو اپنی متعدد تصانیف میں جمع کیا ہے۔ اس سلسلہ میں حافظ ابن قیمؒ کی تصانیف مثلاً زاد المعاد فی ہدی خیر العباد' اعلام الموقعین عن رب العالمین' شفاء العلیل اور مفتاح دار السعادہ دیکھی جا سکتی ہیں۔

حافظ ابن عبدالہادیؒ: حافظ ابن عبدالہادیؒ بھی امام ابن تیمیہؒ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ انہوں نے ۴۰ سال کی عمر پائی اور امام صاحب کی صحبت میں کافی عرصہ رہے۔ حافظ ابن عبدالہادی کو اپنے استاد محترم سے بہت زیادہ محبت اور عقیدت تھی۔ یہ محبت اور عقیدت کا نتیجہ تھا کہ حافظ تقی الدین سبکی (م ۷۷۱ھ) نے امام ابن تیمیہؒ کی تردید میں ''شفاء السقام فی زیارہ خیر الانام'' کے نام سے ایک کتاب لکھی تو حافظ ابن عبدالہادی نے اس کا جواب ''الصارم المنکی فی رد علی السبکی'' کے نام سے دیا۔ اور اس کتاب میں اپنے استاد محترم کا پورا پورا دفاع کیا اور علامہ سبکی کے اعتراضات کا دلائل سے جواب دیا۔

اس کے علاوہ حافظ ابن عبدالہادیؒ نے اپنے استاد محترم کے حالات اور ان کی خدمات پر ''العقود الدریہ فی مناقب شیخ الاسلام احمد ابن تیمیہؒ'' کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی۔ اس کتاب میں حافظ ابن عبدالہادیؒ نے امام بن تیمیہؒ کے خصائص اور ان کی دعوت توحید و سنت پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

حافظ ابن کثیرؒ: حافظ ابن کثیرؒ امام ابن تیمیہؒ کے خاص تلمیذ تھے۔ اور ان کو اپنے استاد سے بہت

محبت وعقیدت تھی اور امام صاحب کی عظمت و امامت کے قائل تھے۔ افکار ابن تیمیہؒ کی نشرو اشاعت میں ان کا بھی بڑا حصہ ہے۔ مسئلہ طلاق میں وہ امام ابن تیمیہؒ کے ہمنوا تھے۔ جس کی بنا پر ان کو بھی مصائب و آلام کا شکار ہونا پڑا۔

حافظ ابن کثیر کی تصانیف میں بہت سے مسائل میں ابن تیمیہؒ کی ہمنوائی پائی جاتی ہے۔ اور ان کے اصول و تحقیق کی جھلک نمایاں ہے۔ حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر کے مقدمہ میں امام ابن تیمیہؒ کے رسالہ اصول تفسیر پیش نظر رکھا ہے۔

حافظ ابن کثیر نے اپنی کتاب ''البدایہ والنہایہ'' میں شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے حالات و واقعات بڑی تفصیل سے قلمبند کیے ہیں۔

حافظ ذہبیؒ: حافظ ذہبی بھی شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے خاص تلمیذ تھے۔ ان کا تعلق خاطر امام ابن تیمیہؒ سے تاریخ کی ایک معلوم حقیقت ہے کہ سب سے زیادہ مناقب انہوں نے لکھے حافظ ذہبی نے اپنی سات تصانیف میں امام ابن تیمیہؒ کے حالات زندگی اور ان کے افکار و نظریات پر روشنی ڈالی ہے اور اس کے علاوہ ایک مستقل تصنیف ''الدرۃ الیتمیہ فی السیرۃ التیمیہ'' لکھی۔

حافظ ذہبی کو امام ابن تیمیہؒ سے بہت زیادہ محبت و عقیدت تھی اور ان کے علم و فضل اور جامع الکمالات ہونے کے معترف تھے۔

امام ابن تیمیہؒ پر کتابیں: شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اپنے دور کے جلیل القدر عالم تھے۔ ان کی دینی، علمی، اصلاحی اور تجدیدی خدمات کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا۔ ارباب سیر و تذکرہ نے ان کے حالات زندگی اور ان کی خدمات پر ضخیم کتابیں تصنیف کیں۔

ان کتابوں کی تفصیل یہ ہے:

(۱) العقود الدریہ فی مناقب شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ (حافظ ابن عبدالہادیؒ ۷۴۴ھ)

(۲) الدرۃ الیتمیہؒ فی سیرۃ التیمیہؒ (حافظ ذہبیؒ م ۷۴۸ھ)

(۳) الاعلام العلیہ فی مناقب الامام ابن تیمیہؒ (ابوحفص بزار م ۷۴۹ھ)

(۴) الحمیۃ الاسلامیہ فی الانتصار المذہب ابن تیمیہؒ (یوسف بن محمدؒ ۷۷۹ء)

(۵) الکواکب الدریہ فی مناقب الامام المجتہد شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ (شیخ مرعی بن یوسفؒ م ۱۰۳۳ھ)

(۶) القول الجلی فی ترجمہ شیخ تقی الدین ابن تیمیہؒ الحنبلی (شیخ محمد بن احمد نابلسی حنفی م ۱۲۰۰ھ)

(۷) مناقب الامام ابن تیمیہؒ (حافظ ابن قیمؒ ۷۵۱ھ)
(۸) الرد الوافر علی من زعم ان من سمّی ابن تیمیہ شیخ الاسلام کافر (ابو عبداللہ محمد بن ناصر الدین م ۸۴۲ھ)
(۹) "جلاء العینین فی محاکمۃ الاحمدین" (علامہ آلوسی حنفیؒ م ۱۳۱۷ھ)
(۱۰) مسالک الابصار فی المما لک والامصار (قاضی احمد بن یحییٰ قرشی م ۷۴۹ھ)
(۱۱) طبقات الحفاظ (ابن عبدالہادیؒ م ۷۴۴ھ)
(۱۲) تتمۃ المختصر (ابن الوردیؒ م ۷۴۹ھ)
(۱۳) فوات الوفیات (علامہ محمد بن شاکر الکتبیؒ م ۷۶۴ھ)
(۱۴) تاریخ الاسلام (حافظ ابو عبداللہ شمس الدین ذہبیؒ م ۷۴۸ھ)
(۱۵) معجم الشیوخ الکبیر (حافظ ابو عبداللہ شمس الدین ذہبیؒ م ۷۴۸ھ)
(۱۶) معجم الشیوخ الاوسط (حافظ ابو عبداللہ شمس الدین ذہبیؒ م ۷۴۸ھ)
(۱۷) معجم الشیوخ الصغیر (حافظ ابو عبداللہ شمس الدین ذہبیؒ م ۷۴۸ھ)
(۱۸) معجم مختص بالمحدثین (حافظ ابو عبداللہ شمس الدین ذہبیؒ م ۷۴۸ھ)
(۱۹) سیر اعلام النبلاء (حافظ ابو عبداللہ شمس الدین ذہبیؒ م ۷۴۸ھ)
(۲۰) تذکرۃ الحفاظ (حافظ ابو عبداللہ شمس الدین ذہبیؒ م ۷۴۸ھ)
(۲۱) البدایہ والنہایہ (حافظ ابن کثیرؒ م ۷۷۴ھ)
(۲۲) طبقات الحنابلہ (محمد بن مفلح م ۸۰۳ھ)
(۲۳) ذیل طبقات الحنابلہ (ابن رجب بغدادیؒ م ۷۹۵ھ)
(۲۴) الدرر الکامنہ (حافظ ابن حجر عسقلانیؒ م ۸۵۲ھ)
(۲۵) مختصر طبقات الحفاظ (حافظ جلال الدین سیوطیؒ م ۹۱۱ھ)
(۲۶) شذرات الذہب من اخبار الذہب (ابن عماد حنبلی م ۱۰۸۹ھ)
(۲۷) البدر الطالع بعد القرن السابع (محمد بن علی شوکانی م ۱۲۵۰ھ)

برصغیر (پاک و ہند) کے علمائے کرام نے بھی اپنی تصانیف میں شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے حالات زندگی اور ان کی دینی، علمی، اصلاحی اور تجدیدی کارناموں پر روشنی ڈالی ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۲۸) جلاء العینین (شاہ ولی اللہ دہلوی م ۱۱۷۶ھ)

(۲۹) ابجد العلوم (محی السنۃ سید نواب صدیق حسن خاں م ۱۳۰۷ھ)

(۳۰) تقصار من جیود الاحرار (محی السنۃ سید نواب صدیق حسن خان م ۱۳۰۷ھ)

(۳۱) اتحاف النبلاء (محی السنۃ سید نواب صدیق حسن خان م ۱۳۰۷ھ)

(۳۲) التاج المکلل (محی السنۃ سید نواب صدیق حسن خان م ۱۳۰۷ھ)

(۳۳) حجج الکرامہ فی آثار القیامہ (محی السنۃ سید نواب صدیق حسن خان م ۱۳۰۷ھ)

(۳۴) ہدایۃ السائل (محی السنۃ سید نواب صدیق حسن خان م ۱۳۰۷ھ)

(۳۵) ابن تیمیہ حرانی (علامہ شبلی نعمانی م ۱۳۳۲ھ مقالات شبلی ج ۵)

(۳۶) تذکرہ (مولانا ابوالکلام آزاد م ۱۹۵۸ء امام ابن تیمیہؒ کے حالات زندگی اور ان کی دعوت پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ صفحہ ۱۵۸ تا ۲۴۳ مطبوعہ انارکلی کتاب گھر لاہور)

(۳۷) سیرت امام ابن تیمیہؒ (مولانا غلام رسول مہر م ۱۳۹۵ھ)

(۳۸) امام ابن تیمیہؒ (ڈاکٹر غلام جیلانی برق مرحوم)

(۳۹) شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ (مولانا سید ابوالحسن علی ندوی م ۱۹۹۹ء تاریخ دعوت وعزیمت جلد دوم)

(۴۰) ابن تیمیہؒ (تالیف محمد بن شعیب تصحیح عبداللہ بن عمر)

(۴۱) امام ابن تیمیہؒ (ابوسلمان شاہ جہان پوری)

(۴۲) امام ابن تیمیہؒ (افضل العلماء محمد یوسف کوکن عمری م ۱۹۹۰ء)

(۴۳) عقلیات ابن تیمیہؒ (مولانا محمد حنیف ندوی م ۱۹۸۷ء)

(۴۴) صاحب سیف وقلم (سید حسین حسنی)

(۴۵) حیات شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ (تالیف: پروفیسر ابوزہرہ مصری م ۱۳۸۰ھ)
(ترجمہ: سید رئیس احمد جعفری م ۱۳۸۸ھ)
(مقدمہ: مولانا غلام رسول مہر م ۱۳۹۵ھ)
(تحقیق وتنقیح وتخریج: مولانا عطاء اللہ حنیف م ۱۴۰۸ھ)

یہ فہرست مولانا عطاء اللہ بھوجیانی (م ۱۴۰۸ھ) کے مقالہ حیات شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ سے ماخوذ ہے۔

پروفیسر ابوزہر مصریؒ: پروفیسر ابوزہر فواد یونیورسٹی قاہرہ (مصر) میں قانون کے پروفیسر تھے۔ آپ نے یونیورسٹی میں ائمہ اسلام کے حالات زندگی اور ان کے علمی کارناموں پر لیکچرز کا سلسلہ شروع کیا۔ اور اس سلسلہ میں درج ذیل ائمہ کرام پر لیکچرز دیئے:

- امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ)
- امام مالکؒ (م ۱۷۹ھ)
- امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ)
- امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ)
- امام جعفر صادقؒ (م ۱۴۸ھ)
- امام ابن حزمؒ (۴۵۹ھ)
- امام ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ)

پروفیسر ابوزہر ۱۹۵۵ء میں پاکستان تشریف لائے تھے اور پنجاب یونیورسٹی (لاہور) کے زیراہتمام ایک مجلس مذاکرہ میں شرکت کی۔ ۱۳۸۰ھ میں قاہرہ میں انتقال کیا۔

مولانا عطاء اللہ حنیفؒ: مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کا شمار ممتاز علمائے اہلحدیث میں ہوتا ہے۔ جن علمائے کرام نے تحقیق و تدقیق میں قابل قدر خدمات انجام دی ہیں ان میں مولانا عطاء اللہ حنیف بھی شامل ہیں۔ آپ کو فن جرح و تعدیل میں بلند مرتبہ و مقام حاصل تھا۔ اسماء الرجال میں آپ کو یدطولیٰ حاصل تھا۔ حدیث نبوی ﷺ سے بہت زیادہ شغف تھا۔ ان کی ساری زندگی حدیث نبوی کی تدریس میں بسر ہوئی۔ حضرت العلام مولانا حافظ محمد محدث گوندلوی (۱۴۰۸ھ) کے خاص تلامذہ میں ان کا شمار ہوتا تھا۔

مولانا عطاء اللہ مرحوم شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور حافظ ابن قیمؒ کی تصانیف کے بہت مداح اور شیدائی تھے اور ان ائمہ کرام کی تمام مطبوعہ تصانیف ان کے کتب خانہ میں موجود ہیں۔

آپ نے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ سے محبت و عقیدت کی بنا پر شیخ ابوزہرہ مرحوم کی کتاب (حیات ابن تیمیہؒ) کا ترجمہ سید رئیس احمد جعفری ندوی سے کروایا۔ اور اس پر مقدمہ مولانا غلام رسول مہر مرحوم نے لکھا اور اس کے حواشی خود لکھے۔ ان حواشی کے مطالعہ سے مولانا عطاء اللہ حنیف کے علمی تبحر کا اندازہ ہوتا ہے۔

حیات ابن تیمیہؒ ۶۹ ابواب پر مشتمل ہے۔ اور صفحات کی تعداد ۸۷۸ ہے۔ اس میں ۶۷ باب دیگر تلامذہ خاص مولانا عطاء اللہ کی طرف سے اضافہ ہے۔ اس باب میں آپ نے حافظ ابن عبدالہادیؒ' حافظ ابن کثیرؒ' حافظ ذہبیؒ' محمد بن مفلح' قاضی الجبل' ابوحفص البزارؒ' ابن سعداللہ حرانی'

ابن الوردی، الدباہی الزاہد، قاضی ابن فضل اللہ اور احمد بن مری کے حالات مختصراً قلمبند کئے ہیں۔

باب ۶۸ میں (حلقہ بگوشان افکار ابن تیمیہ) مولانا مرحوم کی طرف سے اضافہ ہے۔

باب ۶۹ (امام محمد بن عبدالوہاب کی دعوت تجدید و اصلاح) بھی مولانا عطاء اللہ کی طرف سے اضافہ ہے۔ آخر میں ''ضمیمہ'' کے عنوان کے تحت ابن بطوطہ سیاح کی غلط فہمی اور اس کی تحقیق اسمائے مصنفات ابن تیمیہ مراجع و مصادر بھی مولانا مرحوم نے لکھے ہیں۔ جو صفحہ ۷۹۳ تا ۸۷۸ تک محیط ہیں۔ حیات ابن تیمیہ پہلی بار ۱۳۸۱ھ/ ۱۹۶۱ء دوسری بار ۱۳۹۱ھ/ ۱۹۷۱ء اور تیسری بار ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۴ء المکتبہ السلفیہ شیش محل روڈ لاہور کے زیر اہتمام شائع ہوئی ہے۔

برصغیر میں امام ابن تیمیہ اور حافظ ابن قیم کی تصانیف کی اشاعت:

برصغیر (پاک و ہند) میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور حافظ ابن قیم کی تصانیف کی اشاعت علمائے غزنویہ (امرتسر) کے ذریعہ ہوئی۔ حضرت عارف باللہ مولانا سید عبداللہ غزنوی (م ۱۲۹۸ھ) اور آپ کے صاحبزادگان عالی مقام یعنی مولانا محمد بن عبداللہ غزنوی (م ۱۲۹۲ھ) مولانا سید عبدالجبار غزنوی (م ۱۳۳۱ھ) مولانا عبدالرحیم غزنوی (م ۱۳۴۲ھ) اور مولانا عبدالواحد غزنوی (م ۱۳۴۹ھ) رحمہم اللہ اجمعین کی سعی کوشش سے ہوئی۔ ان علمائے کرام نے امام ابن تیمیہ اور حافظ ابن قیم کی متعدد تصانیف طبع کرا کر شائع کرائیں۔

علمائے غزنوی (امرتسر) کے علاوہ قصوری خاندان (مولانا عبدالقادر قصوری اور ان کے صاحبزادگان مولانا محی الدین احمد قصوری اور مولانا محمد علی قصوری رحمہم اللہ اجمعین)۔ مولانا حافظ محمد گوندلوی (م ۱۴۰۵ھ)، شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی (۱۳۸۷ھ) اور مولانا عطاء اللہ حنیف (م ۱۴۰۸ھ) نے بھی افکار ابن تیمیہ کی نشر و اشاعت میں اپنی زندگیاں صرف کر دیں۔

میں نے اس مقدمہ کی تالیف میں مولانا عطاء اللہ حنیف کی حیات ابن تیمیہ اور مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی کتاب تاریخ دعوت و عزیمت جلد دوم سے استفادہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا عطاء اللہ حنیف اور مولانا علی میاں کی مغفرت فرمائے۔ (آمین)

عبدالرشید عراقی
۲۰۰۱/۶/۲۵ء
۱۴۲۲/۴/۲ھ
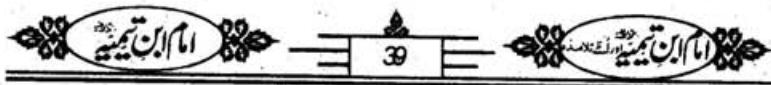
حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ

۶۶۱ھ تا ۷۲۸ھ

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ

جس نے اپنی زبان وقلم سے مسلمانوں کے اندر علم وعمل کی ایک زبردست روح پھونکی اور ان کی زندگی کے ہر گوشے میں ایک انقلاب عظیم برپا کردیا۔ یہ مردمجاہد کون تھا یہ وہی شخص ہے جس کو دنیا آج شیخ الاسلام والد نام، بحر العلوم، سید الحفاظ فرید العصر، علامہ الزماں، ترجمان القرآن، ناصر السنۃ، وقاطع البدعۃ شیخ تقی الدین ابو العباس احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہؒ کے نام اور القاب سے یاد کرتی ہے۔

افضل العلماء محمد یوسف کوکن عمریؒ

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ اپنے دور کے متبحر عالم' محدث' فقیہ اور نقاد تھے۔ آپ نے علوم اسلامیہ میں جو مجتہدانہ مقام حاصل کیا اور علوم اسلامیہ خاص طور پر تفسیر' حدیث' فقہ اور تاریخ میں اپنے تبحر علمی کا جو نقش اپنے زمانہ میں قائم کیا۔ اس میں بہت بڑا دخل ان کے غیر معمولی حافظہ اور ذہانت کو تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیر معمولی حافظہ کی نعمت سے نوازا تھا۔ جس کی وجہ سے آپ نے تمام علوم اسلامیہ میں مہارت حاصل کر لی تھی اور اس کا نتیجہ تھا کہ ان کے دور میں دین اسلام کے خلاف جس قسم کی شورش برپا ہوئی آپ نے اس کا دندان شکن جواب دیا۔

امام ابن تیمیہؒ اپنے تبحر علمی' شوق مطالعہ اور ذوق علم سے اسلامی علوم اور رائج الوقت علوم وفنون میں ایسی جامعیت پیدا کی کہ ان کے معاصرین جو اپنے فن میں امام تسلیم کیے جاتے تھے انہوں نے امام صاحب کے تبحر علمی اور علم وفضل کا اعتراف کیا ہے۔

علامہ ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ ناصر الدین (م ۸۴۲ھ) اپنی کتاب ''الرد الوافر'' میں علامہ تقی الدین ابن دقیق العید (م ۷۰۲ھ) کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:

> ''جب ابن تیمیہؒ سے میری ملاقات ہوئی تو مجھے ایسا معلوم ہوا کہ تمام علوم اس شخص کی آنکھوں کے سامنے ہیں جو چاہتا ہے لے لیتا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے چھوڑ دیتا ہے۔'' (الرد الوافر-ص ۳۱)

امام ابن تیمیہؒ کی جامع الصفات شخصیت بلاشبہ ملت اسلامیہ کے لئے سرمایہ افتخار ہے۔ آپ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے اسلامی تعلیمات کو خاص کر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی بنیاد پر پیش کیا۔ وہ تمام آلودگیاں جو یونانی افکار ونظریات کے زیر اثر اسلامی تعلیمات میں راہ پا رہی تھیں یا عجمی مذہبیت کی حامل وہ صوفیانہ تعبیرات جو نیکی اور تقدس کا لبادہ اوڑھ کر شامل ہوئی تھیں امام صاحب نے ان سب کی تردید اور ان کی حقیقت کو بے نقاب کیا

(امام ابن تیمیہؒ از ڈاکٹر غلام جیلانی برق-ص ۴)

امام ابن تیمیہؒ کا زمانہ بڑا پُر آشوب اور پُر از واقعات ہے۔ سیاسی' اجتماعی' اخلاقی' علمی اور دینی حیثیت سے یہ دور خاص اہمیت رکھتا ہے۔ امام صاحب کے تجدیدی و اصلاحی کارناموں اور ان کے علمی و دینی مزاج کو سمجھنے کے لئے اس ماحول کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ جس میں ان کی نشو و نما ہوئی ہے۔ اور جس میں انہوں نے تجدیدی و اصلاحی اور دینی و علمی کارنامے انجام دیے۔

امام ابن تیمیہؒ کون تھے اسلام کی سربلندی' توحید الٰہی اور سنت رسول اللہ ﷺ کی اشاعت' شرک و بدعت اور محدثات کی تردید و توبیخ اور باطل افکار و نظریات کا قلع قمع کرنے کے لئے کیا خدمات انجام دیں۔ اور اس کے ساتھ فضائل و اخلاق میں آپ کا مرتبہ و مقام کیا تھا؟ علامہ شبلی نعمانی (م ۱۹۱۴ء) فرماتے ہیں:

> ''اسلام میں سینکڑوں' ہزاروں بلکہ لاکھوں' علماء' فضلاء' مجتہدین' ائمہ فن' مدبرین ملک گزرے ہیں لیکن مجدد یعنی رفارمر بہت کم پیدا ہوئے۔
>
> مجدد یا فارمر کے لئے تین شرطیں ضروری ہیں:
>
> (۱) مذہب یا علم یا سیاست میں کوئی مفید انقلاب پیدا کر دے۔
>
> (۲) جو خیال اس کے دل میں آیا ہو کسی کی تقلید سے نہ آیا ہو بلکہ اجتہاد ہو۔
>
> (۳) جسمانی مصیبتیں آئی ہوں۔ جان پر کھیلا ہو سرفروشی کی ہو۔

تیسری شرط اگر ضروری قرار نہ دی جائے تو امام ابو حنیفہؒ امام غزالیؒ امام رازیؒ شاہ ولی اللہ دہلویؒ سب اس دائرہ میں آ سکتے ہیں۔ لیکن جو شخص رفارمر کا اصلی مصداق ہو سکتا ہے وہ علامہ ابن تیمیہؒ ہیں۔ مجدد کی اصل خصوصیتیں جس قدر علامہ کی ذات میں پائی جاتی ہیں۔ اس کی نظیر بہت کم مل سکتی ہیں۔'' (مقالات شبلیؒ ج ۵ ص ۶۲)

علامہ شبلی نعمانیؒ کے بعد مولانا ابو الکلام آزادؒ (م ۱۹۵۸ء) جن کی دینی و علمی خدمات محتاج کی تعارف نہیں ہیں۔ امام ابن تیمیہؒ کے مناقب اور ان کے مجددانہ کارناموں سے برصغیر کے علم دوست مسلمانوں کو روشناس کرایا۔ مولانا آزادؒ فرماتے ہیں:

> آٹھویں صدی کے اوائل میں جب دعوتِ عامہ امت و تجدید شریعت و احیاء

السنۃ بعد موتہا واخماد البدعۃ بعد شیوعہا وارتفاعہا کی روح القدس نے آیۃ من آیات اللہ وحجۃ قائمۃ من حجج اللہ شیخ المصلحین وملاذ المجددین سند الکاملین وامام العارفین وارث الانبیاء قدوۃ الاولیاء حضرت شیخ الاسلام تقی الدین ابن تیمیہؒ کے وجود مبارک میں ظہور کیا۔ اور عہد اواخر کے تمام مسالک دعوت وتجدید کی ریاست وفاتحیت اور قطبیت ومرکزیت کا مقام مجدد اعظم کے سپرد کیا گیا۔ اس زمانے میں بجز شیخ الاسلام ممدوح کے اور کوئی عالم حق نہ تھا۔ دیارِ مصر وشام تو علمائے کاملین سے مملو ومشحون تھے۔ بڑے بڑے حفاظ ونقاد علوم اور خوص واعاظم نظر واجتہاد موجود تھے جن کے بعد اس درجہ کے لوگ تمام عالم اسلامی میں پیدا نہیں ہوئے۔

بایں ہمہ یہ حقیقت سورج کی طرح چمک رہی ہے۔ اور ہر صاحب بصارت پر روشن کہ مقام عزیمت دعوت کا جو ایک مقام خاص ہے۔ وہ ان میں سے کسی کے حصے میں بھی نہ آیا۔ وہ صرف شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ ہی کے لئے تھا۔ سب اپنے دوسرے کاموں میں رہ گئے۔ لیکن انہوں نے وہ سب کام بھی ان سے بہتر کئے جو وہ سب کر رہے تھے۔ اور پھر ان سے بڑھ کر یہ کہ سب کو راہ عزیمت دعوت وتجدید واحیا سنت ورفع الملام سنت و اخماد شر وبدعت وکشف وابراز معارف مستورہ کتاب وسنت وغوامض و سرائر معارف وحکمت نبوت انفجار ینابیع الحکمت من اللسان والجنان وجہاد فی سبیل اللہ بالسیف والقلم واللسان میں منزلوں اپنے پیچھے چھوڑ دیا۔ اور علوم واعمال وہبیہ سماویہ کی ان بلندیوں پر تن تنہا جا کھڑے ہوئے جہاں ان کے اقران ومعاصرین کے وہم وتصور کو بھی بار نہیں۔ حتی کہ خود ان کے معاصرین کو یک زبان ویک قلم ہو کر اعتراف کرنا پڑا۔

﴿ما رأینا مثلہ وانہ ما رای مثل نفسہ﴾

''نہ تو ہماری آنکھوں نے اس کا مثل دیکھا اور نہ خود اس کو اپنا سا کوئی نظر آیا۔''

اے عُہَ تو مجموعہ خوبی بچہ نامست خوانم!

(تذکرہ ص ۱۵۷۔۱۶۱)

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ (م ۱۱۷۶ھ) ملا محمد حسین سندھی مصنف "دراسات اللبیب" کے سوالات کے جواب میں فرماتے ہیں: کہ

"ہم نے ان (ابن تیمیہؒ) کے حالات کی خوب تحقیق کی ہے۔ وہ قرآن مجید کے عالم' حدیث رسول اللہ کے حافظ' دونوں کے لغوی و شرعی معانی کے ماہر' آثار سلف کے ماہر اور نحو و لغت کے امام تھے۔ حنبلی مذہب کے اصولاً و فروعاً' تنقیح کنندہ محقق' ذہانت میں یکتا' اہل سنت کی طرف سے دفاع کرنے تیز طراز اور فصیح و بلیغ (عمل میں) فسق اور (عقیدہ میں) بدعت کی ان میں کوئی بات نہ تھی۔ چند ایک مسئلوں میں خواہ مخواہ ان پر سختی کی گئی۔ حالانکہ ان میں کوئی مسئلہ ایسا نہیں۔ جن میں ان کے پاس قرآن و حدیث اور آثار سلف سے دلیل نہ ہو۔" (مکتوبات شاہ ولی اللہ دہلوی ص ۲۷)

محی السنۃ امیر الملک مولانا سید نواب صدیق حسن خاں (م ۱۳۰۷ھ) نے اپنی کئی ایک تصانیف میں شیخ الاسلام بن تیمیہؒ کے حالات زندگی اور ان کے فضائل و مناقب بیان کئے ہیں۔

ملاحظہ ہو:

اتحاف النبلاء' ابجد العلوم' التاج المکلل' تقصار جیود الاحرار' اور حجج الکرامہ وغیرہ۔ مشہور اہلحدیث عالم اور محقق مولانا محمد عطاء اللہ حنیف (م ۱۹۸۷ھ) لکھتے ہیں:

"علمائے غزنویہ (امرتسر) کا امراء و علمائے نجد سے تعلق پیدا ہو گیا جس کے نتیجہ میں ہمارے ہاں معارف ابن تیمیہؒ کا مزید ورود ہوا۔ جب کہ نواب صاحب کا ذریعہ علمائے حدیث یمن تھے۔ بزرگان غزنویہ مولانا محمد صاحب محشی تفسیر جامع البیان مولانا عبدالجبار' مولانا عبدالرحیم' مولانا عبدالواحد' رحم اللہ اجمعین کی توجہ سے شیخ الاسلام کی بعض تصانیف طبع ہوئیں۔ اور تدریسی طریقے سے آپ کی دعوت توحید اور ذکر و فکر کو عوام تک پہنچانے کی کوشش کی گئی۔ اس کے ساتھ مصر سے بھی شیخ الاسلام کی

تصانیف اور تراجم پر مشتمل کئی کتابیں اور مختلف مجلات میں اہل علم کے مقالات آنے شروع ہوگئے۔ اب تعلیمات ابن تیمیہؒ پر سے صدیوں کے ڈالے گئے پردے کافی حد تک اٹھ گئے۔ حقیقت حال سے تحقیق پسند علماء واقف ہوئے تو علوم ابن تیمیہؒ کی شیدائیت بڑھی۔ ادھر فارسی کی جانشینی کا شرف اردو کو حاصل ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے اردو کے دو صاحب علم مولانا شبلی نعمانی مرحوم اور حضرت مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کو توفیق بخشی کہ انہوں نے اردو دان طبقے کو شیخ الاسلام سے روشناس کرایا۔
(حیات شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ ص ۸)

نام ونسب ولادت: احمد نام' ابوالعباس کنیت' تقی الدین لقب' ابن تیمیہؒ عرف شجرۂ نسب یہ ہے:

احمد بن عبدالحلیم بن عبدالسلام' بن عبداللہ بن خضر بن محمد بن خضر بن علی بن عبداللہ۔

تیمیہؒ آپ کے جدامجد محمد بن خضر کی بیٹی تھیں۔ یہ خاتون بڑی عالمہ' فاضلہ اور عابدہ تھیں اس لئے سارا خاندان ان کی طرف منسوب ہوگیا۔

ان کے والد امام عبدالحلیم بن عبدالسلام بڑے جلیل القدر عالم و فاضل تھے اور تمام علوم اسلامیہ میں ان کو تبحر علمی حاصل تھا۔ دارالحدیث السکریہ کے شیخ الحدیث تھے ۶۸۳ھ میں انتقال کیا۔

والدہ کا نام فاطمہ اور لقب ست المنعم تھا۔ ان کے والد کا نام عبدالرحمان بن علی تھا۔ ست المنعم فاطمہ بڑی عابدہ' زاہدہ صابرہ وشاکرہ اور بلند حوصلہ خاتون تھیں۔ (۷۱۶ھ) میں دمشق میں انتقال کیا۔

امام ابن تیمیہؒ بروز دوشنبہ ۱۰ ربیع الاول ۶۶۱ھ میں مطابق ۱۲۶۲ء کو شام کے ایک گاؤں حران میں پیدا ہوئے۔ (مقالات شبلی ج۵ ص۶۴)

نقل سکونت:

''امام ابن تیمیہؒ جس دور میں پیدا ہوئے۔ اس وقت سارا عالم اسلام تاتاریوں کی ہیبت سے لرزہ براندام تھا۔ امام صاحب نے اپنی زندگی کے

ابتدائی ۶ سال حران میں گزارے۔ جب آپ نے ساتویں سال میں قدم رکھا تو حران بھی تاتاریوں کی زد میں آ گیا۔ تاتاریوں کے حملہ کے بعد علم و فضل، عزت و آبرو اور جان و مال کے لئے کوئی پناہ کی جگہ نہ تھی۔ چنانچہ امام صاحب کے والد امام عبدالحلیم بن عبدالسلام نے کسی دوسرے شہر میں پناہ لینے کا عزم کیا۔ چنانچہ انہوں نے ایک گاڑی میں اپنا سامان اور کتابیں رکھیں اور دمشق کی طرف چل پڑے۔ تاتاریوں نے تعاقب کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو ان سے محفوظ رکھا۔ آپ معہ اپنے اہل و عیال اور سامان وغیرہ دمشق پہنچ گئے۔" (مقالات شبلی ج ۵ ص ۶۴)

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ (م ۱۹۹۹ء) "الکواکب الدریہ" مصنفہ شیخ مرعی یوسف حنبلیؒ (م ۱۰۳۳ھ) کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

"آخر اس خاندان نے مغرب ہی کا رخ کیا۔ اور دمشق کی طرف روانہ ہو گئے۔ اس پریشانی اور بے سروسامانی کی حالت میں بھی اس علمی خاندان نے اپنے قیمتی کتب خانہ کو جو کئی پشتوں کا اندوختہ اور ایک بڑا علمی سرمایہ تھا جدا کرنا گوارا نہیں کیا، چنانچہ سب مال و متاع چھوڑ کر کتابیں ایک گاڑی میں بار کیں اور روانہ ہو گئے۔ تاتاریوں کا کھٹکا لگا ہوا تھا، ہر جگہ دہشت پھیلی ہوئی تھی، عورتوں اور بچوں کا ساتھ تھا، بڑی مشکل یہ تھی کہ جانوروں کے دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے کتابوں کی گاڑی خود کھینچنی پڑتی تھی۔ قافلہ افتاں و خیزاں چلا جا رہا تھا۔ ایک جگہ قریب تھا کہ تاتاری سر پر پہنچ جائیں قباحت یہ ہوئی کہ کتابوں کی گاڑی چلتے چلتے رک گئی۔ خاندان کے لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور گریہ وزاری کی۔ اللہ نے مدد فرمائی۔ اور گاڑی کے پہیے کام کرنے لگے۔ اور قافلہ آگے بڑھا۔"

(تاریخ دعوت و عزیمت ج ۲ ص ۳۸۔۳۹)

"چنانچہ یہ قافلہ راستہ کی مصیبتیں اور تکالیف برداشت کرتے ہوئے دمشق پہنچ گیا۔ دمشق کے لوگ امامُ ابن تیمیہؒ کے دادا حضرت مجدد الدین عبدالسلام کے علم و فضل سے جس طرح واقف تھے۔ اسی طرح

امام صاحب کے والد محترم امام عبدالحلیم بن تیمیہؒ کے علم و فضل کو بھی جانتے تھے۔ چنانچہ تھوڑے دنوں بعد وہ جامع مسجد دمشق اور دارالحدیث السکریہ میں درس دینے لگے۔" (صاحب السیف والقلم ص ۱۹)

تعلیم و تربیت: اب دمشق میں امام ابن تیمیہؒ کی تعلیم و تربیت کا آغاز ہوا قرآن مجید تو آپ نے کمسنی میں حفظ کر لیا تھا۔ امام صاحب اور ان کے خاندان نے حران سے دمشق تک جن تکالیف کا سامنا کیا اور اس کے ساتھ تاتاریوں نے لوگوں پر جو ظلم و ستم ڈھائے۔ امام صاحب نے اس کا خود مشاہدہ کیا تھا۔ اس لئے آپ کے دل پر تاتاریوں کے خلاف نقش ثبت ہوئے۔

استاد ابو زہرہ مصری (م ۱۳۸۰ھ) لکھتے ہیں:

"خدا کی مدد سے یہ قافلہ سلامتی کے ساتھ دمشق پہنچ گیا یہاں پہنچ کر ان لوگوں نے اطمینان کا سانس لیا۔ خوف و دہشت کے ان لرزہ خیز حوادث کی داستانیں ان کے کانوں میں برابر پڑ رہی تھیں اور ان زہرہ گداز حالات کا جس کی آنکھیں مشاہدہ کر رہی تھیں وہ یہی حساس اور نوعمر لڑکا احمد تقی الدین تھا۔ اس نے تاتاریوں کی غارت گری کے واقعات اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے۔ اس نے امن و سکون کی زندگی بسر کرنے والوں کو خوف و دہشت سے نیم جان دیکھا تھا جو جائے پناہ تلاش کرنے کے لئے ادھر ادھر بھاگے پھر رہے تھے۔ اس نونہال نے اپنے خاندان کی زبوں حالی بھی دیکھی تھی۔ راہ کی دشواریاں متاع گرانمایہ کتب کی بربادی' مال و اسباب کے ضائع ہو جانے کا خوف' اس حساس اور سمجھدار لڑکے نے اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بچپن میں ہی تاتاریوں سے نفرت کا نقش دل پر بیٹھ گیا۔" (حیات ابن تیمیہؒ ص ۵۲)

امام صاحب کی تعلیم کا آغاز "دارالحدیث السکریہ" سے ہوا۔ جہاں آپ کے والد امام عبدالحلیم ابن تیمیہؒ شیخ الحدیث تھے۔ دارالحدیث السکریہ کے علاوہ مدرسہ حنبلیہ میں آپ نے تعلیم حاصل کی۔ ان مدارس میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد دیگر علمی مراکز سے بھی استفادہ کیا اور مختلف اساتذہ سے تفسیر' حدیث' فقہ' اصول فقہ' تاریخ' اسماء الرجال' فلسفہ' منطق' لغت و ادب اور صرف و نحو کا درس لیا۔ (امام ابن تیمیہؒ از برق ۲۲)

غیر معمولی حافظہ: امام ابن تیمیہؒ کا خاندان قوت حافظہ اور کثرت حفظ میں مشہور تھا۔ان کے دادا اور والد دونوں غیر معمولی حافظہ کے مالک تھے۔لیکن احمد تقی الدین اپنے پورے خاندان میں حافظہ میں سب سے سبقت لے گئے۔بچپن میں ہی ان کے عجیب وغریب حافظہ کے واقعات نے ان کے اساتذہ کو متحیر کر دیا۔ان کے غیر معمولی حافظہ کے بارے میں استاد ابو زہرہ مصری مرحوم ''العقود الدریۃ'' کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

''حلب کے ایک مشہور عالم دمشق وارد ہوئے۔انہوں نے فرمایا میں نے سنا ہے' یہاں ایک لڑکا ن احمد بن تیمیہؒ ہے جو غیر معمولی حافظہ کا مالک ہے۔یہاں میں اس لئے آیا ہوں کہ ذرا اسے دیکھ لوں۔ایک درزی نے کہا جی ہاں۔وہ لڑکا ابھی ادھر سے گزرے گا۔ذرا تشریف رکھیے۔بس یہاں آیا ہی چاہتا ہے۔یہ سن کر وہ شیخ حلبی بیٹھ گیا۔تھوڑی دیر گزری تھی کہ ایک لڑکا پاس سے گزرا۔درزی نے شیخ حلبی سے کہا۔یہ لڑکا جو ایک بڑی سی تختی لئے جا رہا ہے یہی احمد بن تیمیہؒ ہے۔شیخ حلبی نے آواز دی۔وہ آواز سن کر قریب آیا۔شیخ نے تختی لے کر ایک نظر اس پر ڈالی۔پھر کہا بیٹے اس تختی پر جو لکھا ہے اسے مٹا ڈالو۔میں جو کچھ بولوں لکھتے جاؤ۔لڑکے نے ایسا ہی کیا شیخ حلبی نے کم وبیش تیرہ حدیثیں لکھائیں پھر کہا پڑھو کیا لکھا ہے۔لڑکے نے لکھنے کے بعد ایک چھلتی سی نظر اپنے لکھے پر ڈالی اور تختی شیخ کی طرف بڑھا دی۔شیخ نے تختی لے کر کہا۔اب ذرا سناؤ تو کیا لکھا ہے تم نے؟ لڑکے نے فر فر ساری عبارت سنا دی۔شیخ نے دوبارہ کہا اچھا جو لکھا ہے وہ اب مٹا ڈالو۔اس حکم کی تعمیل ہوئی۔پھر شیخ نے اپنے منتخب کئے ہوئے چند اسانید کا املا کرایا۔پھر کہا پڑھو کیا لکھا ہے تم نے۔پہلے کی طرح اس مرتبہ بھی لڑکے نے اپنے لکھے ہوئے پر ایک نظر ڈالی اور تختی شیخ کے حوالے کر دی۔اور پھر سارا فر فر سنا دیا۔شیخ حلبی یہ کمال دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا۔''

'یہ لڑکا اگر زندہ رہ گیا تو بڑا رتبہ حاصل کرے گا۔میری نظر سے آج تک ایسا کوئی لڑکا نہیں گزرا'۔(حیات ابن تیمیہ" ص ۵۶)

تکمیل تعلیم: امام ابن تیمیہ" نے وہ تمام علوم جو اس زمانے میں رائج تھے مثلاً تفسیر' حدیث' فقہ' تاریخ' اسماء الرجال' ادب ولغت' فلسفہ و منطق' معانی و بیان' بدیع و عروض' شعرو شاعری' غرض کوئی علم ایسا نہ تھا جس کی انہوں نے تحصیل نہ کی ہو۔اور کسی نہ کسی استاد کے سامنے زانوئے ادب تہ نہ کیا ہو۔

تفسیر ابن تیمیہ" کا محبوب موضوع تھا۔اس سے ان کو خاص دلچسپی تھی۔تفسیر قرآن کے سلسلہ میں آپ نے بیشمار کتابوں کا مطالعہ کیا۔اس فن سے ان کو فطری مناسبت تھی۔قرآن مجید کی تلاوت بہت زیادہ کرتے تھے۔اور اس میں تدبر اور غور وفکر کرنے کا اللہ تعالٰی نے ان کو خاص ملکہ عطا فرمایا تھا اور قرآن مجید میں تدبر حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالٰی سے خصوصی دعائیں مانگا کرتے تھے۔جیسا کہ صاحب "العقود الدریہ" نے لکھا ہے امام ابن تیمیہ" دعا فرمایا کرتے تھے:

"اے ابراہیم کو تعلیم دینے والے مجھے قرآن میں سمجھ عطا فرما"(العقود الدریہ ص ۲۶)

تفسیر قرآن کے ساتھ ساتھ امام صاحب کو حدیث نبوی ﷺ سے بھی شغف اور عشق تھا۔

آپ نے حدیث متعدد اساتذۂ حدیث سے پڑھی۔حدیث کی سب سے پہلی کتاب جو آپ نے حفظ کی۔وہ امام حمیدیؒ کی کتاب "الجمع بین الصحیین" ہے۔

اساتذہ: امام صاحب کو حدیث نبوی سے بہت زیادہ شغف تھا علمائے سیر نے لکھا ہے کہ امام ابن تیمیہ" کے شیوخ حدیث کی تعداد دو سو سے بھی زیادہ ہے۔

مولانا محمد یوسف کوکن عمری مرحوم نے اپنی کتاب "امام ابن تیمیہ"" میں امام صاحب کے ۴۴ مشہور اساتذہ حدیث کے نام درج کئے ہیں۔اور ڈاکٹر غلام جیلانی برق مرحوم نے اپنی کتاب امام ابن تیمیہ" میں ۱۲۳ اساتذہ کے نام لکھے ہیں۔

یہاں آپ کے چند جلیل القدر اساتذہ کے نام درج کئے جاتے ہیں:

(۱) شیخ زین الدین ابوالعباس احمد بن عبدالدائم (۵۷۵ھ تا ۶۶۸ھ)

(۲) شیخ شمس الدین ابو محمد عبدالرحمان بن ابی عمر (۵۹۷ھ تا ۶۸۲ھ)

(۳) شیخ مجد الدین ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل (۵۸۷ھ تا ۶۶۹ھ)

(۴) شیخ جمال الدین ابوالفرج عبدالرحمان بن سلیمان (۵۸۵ھ تا ۶۷۰ھ)

(۵) شیخ کمال الدین ابونصر عبدالعزیز بن عبدالمنعم (۵۸۵ھ تا ۶۷۲ھ)

(۶) شیخ تقی الدین ابومحمد اسمٰعیل بن ابراہیم (۵۸۹ھ تا ۶۷۲ھ)

(۷) شیخ زین الدین ابوالعباس احمد بن ابی الخیر سلامہ (۶۰۹ھ ۶۷۸ھ)

(۸) شیخ شرف الدین ابوعبداللہ محمد بن عبدالمنعم (۶۰۱ھ تا ۶۸۲ھ)

(۹) شیخ سیف الدین ابوزکریا یحیٰی بن عبدالرحمان (۵۹۲ھ تا ۶۷۲ھ)

حدیث نبوی ﷺ سے امام صاحب کو بہت زیادہ شغف تھا۔ آپ نے مسند امام احمد بن حنبل، صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، جامع ترمذی، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ اور سنن دارقطنی کی بار بار سماعت کی جس کی وجہ سے انہوں نے حدیث پر کافی عبور حاصل کرلیا یہاں تک کہ یہ کہا جانے لگا: ''جس حدیث کو امام ابن تیمیہؒ نہیں جانتے وہ حدیث ہی نہیں ہے۔''

(امام ابن تیمیہؒ از محمد یوسف کوکن ص ۶۷)

دوسرے علوم عصری میں کمال: تفسیر قرآن اور حدیث نبوی کے ساتھ ساتھ امام صاحب نے دوسرے علوم یعنی فقہ، اصول فقہ، تاریخ وسیر، ادب ولغت، فلسفہ ومنطق، ریاضی واقلیدس میں بھی کمال حاصل کیا۔ عربی نثر ونظم پر بھی عبور تھا اور فن نحو میں بھی ان کو مہارت حاصل تھی۔ فن نحو میں سیبویہ پر عبور کا یہ عالم تھا کہ اس کا درس دیتے تھے اور ساتھ ساتھ نقد کا سلسلہ بھی جاری رکھتے تھے۔

غرض امام ابن تیمیہؒ نے اپنے زمانے میں کتاب وسنت کی ترجمانی اور دین کی صداقت وبرتری ثابت کرنے اور عملی وعلمی زندگی کی گمراہیوں کو دور کرنے کی ایسی مکمل اور وسیع تیاری کی اور اس میں وہ اس قدر کامیاب وکامران ہوئے کہ ان کے مخالفین نے اس کا اعتراف کیا ہے۔ چنانچہ آپ کے حریف علامہ کمال الدین الزملکانی (م ۷۲۷ھ) نے ان الفاظ میں اعتراف کیا ہے:

> ''ابن تیمیہؒ کے لئے اللہ تعالیٰ نے علوم اس طرح نرم کر دیے تھے۔ جس طرح حضرت داؤدؑ کے لئے لوہا نرم کر دیا تھا۔ جس علم کے بارہ میں ان سے سوال کیا جاتا اس طرح جواب دیتے کہ دیکھنے والا یا سننے والا یہ سمجھتا کہ وہ اس فن کے سوا کچھ نہیں جانتے اور یہ فیصلہ کرتا کہ ان کی طرح کوئی اس فن کا عالم نہیں۔ ہر مذہب وفقہ کے علماء جب ان کی مجلس میں شریک

ہوتے تو ان کو کوئی نہ کوئی ایسی چیز معلوم ہوتی۔ جو ان کو پہلے سے معلوم نہ تھی۔ یہ کبھی نہیں ہوا کہ انہوں نے کسی سے مناظرہ کیا ہو اور ناکام ہو گئے ہوں۔ جب کبھی انہوں نے کسی شرعی یا عقلی علم میں کلام کیا تو ماہرین فن سے اور اس کے مخصوص عالموں سے بڑھ گئے۔ تصنیف میں بھی ان کو ید طولیٰ حاصل تھا۔" (الکواکب الدریہ ص ۱۵)

امام ابن تیمیہؒ کا پہلا درس: امام ابن تیمیہؒ کی عمر ۲۲ سال کی تھی کہ ۶۸۲ھ میں ان کے والد محترم عبدالحلیم ابن تیمیہؒ نے انتقال کیا۔ اور دارالحدیث السکریہ کی مسند درس خالی ہو گئی۔ اس زمانے میں دستور تھا کہ نئے استاد کی تقرری پر ان کے پہلے درس میں جلیل القدر علماء کرام عمائدین شہر اور قضاۃ شریک ہوتے تھے۔

امام عبدالحلیم کے انتقال کے بعد امام تقی الدین احمد بن تیمیہؒ کو دارالحدیث السکریہ کا شیخ الحدیث مقرر کیا گیا۔ اور آپ نے اپنی تقرری پر ۲ محرم ۶۷۲ھ کو "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" پر درس دیا۔ اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پر اتنے رموز و معارف بیان کئے کہ سامعین سکتہ میں آ گئے۔ اور امام صاحب کے علمی تبحر، حاضر دماغی اور جرأت و فصاحت کے معترف ہوئے۔

حافظ ابن کثیر (م ۷۷۴ھ) اس درس کے بارے میں فرماتے ہیں:

یہ محیر العقول درس تھا۔ شیخ تاج الدین الفزاری نے اس کے کثیر فوائد اور لوگوں کی عام پسندیدگی کی وجہ سے اس کو اپنے قلم سے ضبط کیا۔ حاضرین نے ابن تیمیہؒ کی کم عمری اور جوانی کی بنا پر اس درس کی بڑی تعریف کی اور ان کو بہت داد دی۔ اس لئے کہ ان کی عمر اس وقت ۲۲ سال تھی۔

(البدایہ والنہایہ ۱۳/ص ۳۰۳)

اس درس میں جن جلیل القدر علمائے کرام نے شرکت کی ان کے نام یہ ہیں:

- قاضی القضاۃ شیخ بہاؤ الدین یوسف بن قاضی محی الدین شافعی۔ (م ۶۸۵ھ)
- شیخ الاسلام تاج الدین ابو محمد عبدالرحمان بن ابراہیم الفزاری شافعی (م ۶۹۰ھ)
- شیخ زین الدین ابو حفص عمر بن مکی شافعی (م ۶۹۱ھ)

❁ شیخ الحنابلہ شیخ زین الدین ابوالبرکات (م ۶۹۵ھ)

(امام ابن تیمیہؒ از کوکن ص ۴۳)

قاضی بننے کی پیشکش: امام صاحب کے علم وفضل اور ان کی شہرت ومقبولیت میں روز بروز اضافہ ہورہا تھا۔ ۶۹۰ھ میں جب کہ ان کی عمر ۳۰ سال کو بھی نہ پہنچی تھی قاضی القضاۃ کے عہدہ کی پیش کش ہوئی۔ لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ اور ۶۹۱ھ میں آپ بیت اللہ کے حج کے لئے تشریف لے گئے اور جب واپس آئے تو ان کے علم وفضل کا زیادہ چرچا ہوا۔ (مقالات شبلی)

آنحضرت ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخی اور ہنگامہ:

۶۹۳ھ میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا۔ جس سے امام ابن تیمیہؒ کی دینی حمیت اور ایمانی جذبہ کا عملی اظہار ہوا۔ دمشق میں ایک عیسائی جس کا نام عساف تھا۔ آنحضرت ﷺ کی شان میں گستاخی کی۔ جب امام صاحب کو اس کا علم ہوا تو آپ شیخ الحدیث زین الدین الفارقی کو اپنے ساتھ لے کر نائب السلطنت عزالدین ایبک سے ملے اور اس کو صورت حال سے آگاہ کیا۔ نائب السلطنت نے امام صاحب سے تحقیقات کرنے کا وعدہ کر لیا اور عساف کو اپنے دربار میں طلب کیا۔ حضرت امام صاحب جب دربار سے واپس آرہے تھے تو راستہ میں عساف نظر آیا جو ایک عرب بدو کے ہمراہ آرہا تھا۔ امام صاحب کے ساتھ کافی آدمی تھے۔ ان آدمیوں نے جب ایک بدو کو عیسائی کے ساتھ آتے دیکھا تو انہوں نے عرب بدو کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا تو عرب بدو اس وقت عیسائی کی حمایت پر کمربستہ ہوگیا اور مسلمانوں پر طعن وتشنیع کرنے لگا۔ اس پر مجمع مشتعل ہوگیا اور ان دونوں پر اتنے پتھر برسائے کہ دونوں زخمی ہوگئے۔ جب نائب السلطنت کو اس کی اطلاع ملی۔ تو وہ برافروختہ ہوا۔ اور اس نے خیال کیا کہ مجمع کی یہ حرکت امام ابن تیمیہؒ اور شیخ زین الدین کے اشارے پر ہوئی ہے۔ چنانچہ اس نے امام صاحب اور شیخ زین الدین کو اپنے دربار میں طلب کیا اور عیسائی عساف کو بھی بلایا۔ نائب السلطنت نے دونوں (امام ابن تیمیہؒ اور شیخ زین الدین) کو زدوکوب کیا اور اس کے بعد اس مدرسہ عذراویہ کے ایک کمرے میں بند کر دیا۔ عساف نے جب یہ صورت حال دیکھی تو فوراً مسلمان ہوگیا اور اس کی حفاظت کی ضمانت دی گئی۔ بعد میں امام صاحب اور شیخ زین الدین کو رہا کر دیا گیا اور نائب السلطنت نے ان سے معافی مانگی۔ اور اس زمانہ میں امام ابن تیمیہؒ نے اپنی مشہور کتاب الصارم "المسلول الی شاتم الرسول" لکھی۔ جس میں

آپ نے قرآن و حدیث اور آثار سلف سے یہ ثابت کیا کہ شاتم الرسول کی سزا قتل ہے۔ امام صاحب نے اس کتاب میں چار پہلوؤں پر بحث کی ہے۔

(۱) نبی ﷺ کو گالی دینے والے کو چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر قتل کر دینا چاہیے۔

(۲) اس کا قتل واجب ہے چاہے وہ ذمی ہی کیوں نہ ہو۔ زر فدیہ لے کر یا اس کے ساتھ احسان کر کے اس کو چھوڑا نہیں جا سکتا۔

(۳) گالی دینے والے کو چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر قتل کر دینا چاہیے اس سے توبہ نہیں کرانی چاہیے اگر یہ معاملہ سلطان تک پہنچ جائے اور اس پر الزام کا ثبوت ہو جائے تو توبہ کرنے پر بھی اس کی حد ساقط نہیں ہوتی۔

(۴) نبی اکرم ﷺ کو گالی دینے والا کافر ہے چاہے وہ اس کو حلال سمجھے یا حلال نہ سمجھے۔

(امام ابن تیمیہؒ از کوکن ص ۸۰)

امام صاحب کے خلاف پہلی محاذ آرائی:

امام ابن تیمیہؒ درس و تدریس میں مشغول تھے اور ان کی مقبولیت و شہرت میں روز بروز اضافہ ہو رہا تھا کہ ۶۹۸ھ میں ان کے خلاف مخالفت کا آغاز ہوا۔ اس کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ حماۃ شہر کے باشندوں نے امام ابن تیمیہؒ کی خدمت میں ایک استفسار لکھ کر بھیجا۔ جس میں یہ دریافت کیا گیا تھا۔

- الرحمان علی العرش استویٰ
- ثم استویٰ الی السماء
- جیسی آیات اور
- ان قلوب بنی آدم بین اصبعین من اصابع الرحمان
- اور یضع الجبار قدمہ فی النار

وغیرہ احادیث کے بارہ میں علمائے کرام کی کیا تحقیق ہے۔ اور صفات کے بارہ میں علمائے اہل سنت کا کیا مسلک ہے؟

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے استفسار کا جواب قرآن مجید' حدیث نبوی ﷺ آثار سلف اور اقوال ائمہ کی روشنی میں دیا۔ یہ جواب ''العقیدہ الحمویہ الکبریٰ'' کے نام سے مشہور ہے۔ امام

صاحب کے اس جواب سے اشاعرہ اور متکلمین نے ہنگامہ برپا کر دیا۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

''علما کا ایک گروہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی مخالفت میں کھڑا ہو گیا ان کا اصرار تھا کہ وہ حنفی قاضی شیخ جلال الدین کی مجلس میں حاضر ہوں اور اس فتویٰ کے متعلق صفائی پیش کریں۔ ابن تیمیہؒ نے اس کو منظور نہیں کیا اس پر شہر میں منادی کرادی گئی کہ یہ فتویٰ قابل قبول نہیں۔ لیکن امیر سیف الدین نے امام ابن تیمیہؒ کی حمایت کی اور ان لوگوں کو طلب کیا جنہوں نے ہنگامہ کیا تھا۔ مگر ان میں سے اکثر روپوش ہو گئے۔ امیر نے منادی کرنے والوں میں سے ایک گروہ کو زدوکوب کیا جس سے باقی خاموش ہو گئے۔ جب جمعہ کا دن آیا تو شیخ اپنی عادت کے مطابق جامع مسجد میں گئے اور ''**انک لعلی خلق عظیم**'' کی تفسیر بیان کی۔ اگلے روز سنیچر کو وہ قاضی امام الدین الشافعی کے پاس گئے۔ اور فضلا کی ایک جماعت بھی وہاں آ گئی۔ انہوں نے فتویٰ ''حمویہ'' کے بارہ میں ان سے سوال و جواب کیا۔ اور کئی مقامات کی توضیح چاہی۔ انہوں نے سب کو خاموش اور مطمئن کر دیا۔ شیخ واپس آ گئے۔ اور حالات اعتدال پر آ گئے۔''

(البدایہ والنہایہ بحوالہ تاریخ دعوت وعزیمت ج ۲ ص ۵۰)

تاتاریوں کے خلاف جہاد: امام ابن تیمیہؒ سکون کے ساتھ درس و تدریس میں مشغول تھے اور تحقیق کے جوہر دکھا رہے تھے کہ ۶۹۹ھ میں دمشق میں اطلاع پہنچی کہ تاتاری ایران و عراق پر قبضہ کرنے کے بعد شام پر حملہ کرنے والے ہیں اور ان کی فوجیں دمشق کی طرف بڑھ رہی ہیں۔

تاتاری بادشاہ قازان چنگیز خاں کا پڑپوتا تھا۔ جو مسلمان ہو گیا تھا۔ اس کا اسلامی نام محمود تھا۔ لیکن سیرت و اخلاق میں تاتاری تھا۔ اس میں کسی قسم کی تبدیلی واقع نہیں ہوئی تھی۔ جب تاتاریوں کی آمد کی اطلاع اہل دمشق کو ملی تو وہ حواس باختہ ہو گئے اور پورے دمشق میں ایک دہشت پھیل گئی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اہل دمشق کو یہ اطلاع ملی کہ سلطان مصر الملک الناصر شام کی حفاظت اور تاتاریوں سے مقابلہ کے لئے آ رہا ہے جس سے اہل دمشق کو کچھ سکون حاصل ہوا۔ چنانچہ ۸ ربیع الاول ۶۹۹ھ کو مصری افواج دمشق میں داخل ہوئیں تو اہل دمشق نے مصری فوج کا

بڑی گرم جوشی سے استقبال کیا۔ اور مسلمانوں کی فتح کی دعائیں مانگیں۔

تاتاریوں نے دمشق پر دھاوا بول دیا۔ بڑی خونریز جنگ ہوئی۔ مصری افواج کو شکست ہوئی اور راہ فرار اختیار کی۔ علمائے دین اور اکابرین شہر نے بھی بھاگنے کو ترجیح دی۔ اعیان اور امراء نے بھی فرار کی راہ اختیار کی۔ حالت یہ ہوگئی کہ دمشق تمام بڑے آدمیوں سے خالی ہوگیا۔ نہ کوئی حاکم تھا کہ نظم انتظام اور امن وامان بحال رکھتا نہ کوئی عالم تھا کہ وعظ وتذکیر اور پند وارشاد کا سلسلہ جاری رکھتا جس سے حوصلے بلند ہوتے اور عزائم قائم رہتے۔

لیکن ایک عالم ایسا تھا جو بے سہارا عوام کے درمیان استقلال وعزیمت کے ساتھ موجود تھا۔ اس کے پائے استقلال میں کسی قسم کی لغزش نہ آئی۔ اس نے بچے کھچے مسلمانوں کو دلاسہ دیا۔ اور ان کی ہمت بڑھائی اور وہ شخصیت تھی جس کو دنیا آج شیخ الاسلام والانام' بحر العلوم سید الحفاظ فرید عصر علامہ الزماں ترجمان القرآن ناصر السنۃ قاطع البدعۃ' شیخ تقی الدین' ابوالعباس احمد بن عبدالحلیم بن عبدالسلام بن تیمیہؒ کے نام اور القاب سے یاد کرتی ہے۔

(صاحب السیف والقلم ص ۱۶)

امام ابن تیمیہؒ کی شاہ قازان سے ملاقات:

دمشق میں افراتفری کا عالم تھا۔ اور لوگوں پر خوف وہراس طاری تھا۔ ان حالات کے پیش نظر امام صاحب نے اعیان شہر سے مشورہ کیا کہ شاہ قازان سے ملاقات کرنی چاہیے۔ چنانچہ امام ابن تیمیہؒ چند علماء اور رفقاء کے ساتھ شاہ قازان سے ملاقات کے لئے تشریف لے گئے۔ اور ملاقات کا اولین مقصد یہ تھا کہ وہ شاہ قازان کو اس بات پر آمادہ کریں کہ وہ شہر میں داخل نہ ہوں۔ اور شہر کے لئے پروانہ امن حاصل کریں۔

چنانچہ امام ابن تیمیہؒ ایک وفد لے کر شاہ قازان سے ملاقات کے لئے تشریف لے گئے۔ اور شاہ قازان سے ملاقات کس طرح ہوئی اور ملاقات میں شاہ قازان اور امام صاحب کے درمیان جو گفتگو ہوئی اس کی تفصیل وفد کے رکن شیخ کمال الدین بن الانجار اس طرح بیان کرتے ہیں:

"میں شیخ (ابن تیمیہؒ) کے ساتھ اس مجلس میں موجود تھا وہ سلطان

(قازان) کو عدل وانصاف کی آیات واحادیث اور اللہ و رسول ﷺ کے ارشادات واحکام سناتے تھے۔ان کی آواز بلند ہوتی جاتی تھی۔ اور وہ برابر سلطان کے قریب ہوتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ قریب تھا کہ ان کے گھٹنے اس کے گھٹنے سے مل جائیں۔ سلطان کو اس سے ناگواری نہیں ہوئی۔ وہ بڑی توجہ سے کان لگائے ان کی گفتگو سن رہا تھا اور ہمہ تن متوجہ تھا اس پر ان کا رعب ایسا طاری تھا اور وہ ان سے ایسا متاثر تھا کہ اس نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون عالم ہیں۔ میں نے ابھی تک ایسا عالم نہیں دیکھا اور نہ اس شخص سے زیادہ کوئی دلیر اور قوی القلب آج تک دیکھنے میں آیا ہے۔ مجھ پر ابھی تک کسی کا ایسا اثر نہیں پڑا لوگوں نے ان کا تعارف کرایا اور ان کے علمی وعملی کمالات کا تذکرہ کیا۔"

"ابن تیمیہؒ نے قازان سے کہا کہ تمہارا دعویٰ ہے کہ تم مسلمان ہو اور مجھے معلوم ہے کہ تمہارے ساتھ قاضی، امام، شیخ اور موذنین بھی رہا کرتے ہیں۔لیکن اس کے باوجود تم نے ہم مسلمانوں پر حملہ کیا۔ حالانکہ تمہارے باپ دادا کافر ہونے کے باوجود ایسے اعمال سے محترز رہے۔انہوں نے جو کچھ عہد کیا تھا وہ پورا کیا۔ اور تم نے جو عہد کیا وہ توڑ دیا اور جو کچھ کہا تھا اس کو پورا نہیں کیا اور بندگان خدا پر ظلم کیا۔"

(الکواکب الدریہ بحوالہ صاحب السیف والقلم ص ۲۹)

اس تقریر کے بعد امام ابن تیمیہؒ جس طرح عزت اور سر بلندی کے ساتھ شاہ قازان کے دربار میں تشریف لے گئے تھے اسی جلال واکرام کے ساتھ واپس تشریف لے آئے۔

شاہ قازان سے امام صاحب کی ملاقات کی روئداد وفد کے ایک دوسرے رکن قاضی ابو العباس اس طرح بیان کرتے ہیں:

"سلطان قازان کے دربار میں امام ابن تیمیہؒ جلوہ افروز تھے تو دستر خوان چنا گیا۔ وفد کے ارکان نے کھانا کھایا۔ لیکن ابن تیمیہؒ نے کھانا نہیں کھایا۔"

امام صاحب سے پوچھا گیا۔

آپ کھانا کیوں نہیں تناول فرماتے؟

ارشاد فرمایا:

''اے سلطان میں تیرا کھانا کس طرح کھا سکتا ہوں۔ یہ کھانا وہی تو ہے جو لوگوں کو لوٹ کر تیار کیا گیا ہے۔ یہ جو کچھ پکا ہوا سامنے موجود ہے۔ یہ انہی درختوں کی ٹہنیوں پر پکایا گیا ہے۔ جو ازراہ ظلم جور کاٹے گئے ہیں۔

قازان نے سر جھکا لیا۔ پھر امام صاحب سے استدعا کی۔ امام صاحب نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا:

''اے اللہ! اگر تیرے علم میں یہ ہے کہ قازان نے اس لئے تلوار اٹھائی ہے کہ تیرا کلمہ بلند ہو اور تیرے راستہ میں جہاد کرے تو پھر اس کی مدد کیجئیو۔ اسے اپنی نصرت سے نوازیو۔ لیکن اگر یہ جنگ زرگری میں مبتلا ہے یہ دنیا اور بادشاہت اور توسیع مملکت کے لئے برسر پیکار ہے تو پھر اس سے خوب اچھی طرح سمجھ لیجئیو۔

حالت یہ تھی کہ امام صاحب دعا کر رہے تھے۔ اور قازان کے منہ سے بے ساختہ آمین نکل رہا تھا۔ اور ہم اس خوف سے دامن سمیٹے بیٹھے تھے۔ کہ امام صاحب کی گردن ضرور اڑا دی جائے گی اور خون کے چھینٹے ہمارے لباس پر پڑیں گے۔ پھر جب ہم شاہ قازان کے دربار سے اٹھ کر باہر آئے تو ہم نے امام صاحب سے کہا۔

''آپ نے تو ہماری سب کی جان ہی لے لی تھی۔ بس سدھاریے ہم آپ کے ساتھ نہیں جاتے۔''

امام صاحب نے فرمایا:

''میں خود آپ حضرات کے ساتھ جانے کو تیار نہیں۔ جایئے تشریف لے جائیں چنانچہ ہم لوگ چل کھڑے ہوئے۔ اور امام صاحب پیچھے رہ گئے۔''

امام صاحب کے اس کارنامہ پر شہر کے مردوں اور عورتوں نے غریب و امیر نے استقبال کی اور ہم لوگوں کا انہوں نے استقبال کیا کرنا تھا وہ درگت بنائی کہ ہم سب کے کپڑے تک پھاڑ دیے۔" (حیات ابن تیمیہؒ ص ۸۰)

اس کے بعد اگرچہ تاتاریوں کی طرف سے اہل دمشق کو پروانۂ امن مل گیا۔ لیکن شہر میں مکمل سکون نہ تھا۔ لوٹ مار کا بازار گرم تھا۔ گرانی حد سے بڑھ گئی۔ شریف خاندانوں کے لڑکوں اور لڑکیوں کو غلام اور باندی بنا لیا گیا۔ یہ حالت دیکھ کر امام صاحب نے دوبارہ شاہ قازان سے ملاقات کرنی چاہی۔ لیکن ملاقات نہ ہو سکی۔ اس کے بعد شاہ قازان واپس چلا گیا۔ اور جاتے ہوئے یہ پیغام دے گیا کہ اگلے سال ہم دوبارہ آئیں گے اور شام کے ساتھ مصر بھی فتح کریں گے۔ (تاریخ دعوت وعزیمت ج ۵ ص ۵۷)

تاتاریوں کی دوبارہ آمد اور اعلان جہاد اور امام ابن تیمیہؒ کا سلطان مصر کے سامنے اعلائے کلمۃ الحق:

۷۰۰ھ شروع ہی ہوا تھا کہ تاتاریوں کی دوبارہ آمد کی اطلاع دمشق پہنچی۔ لوگ حواس باختہ ہو گئے اور ان پر خوف و ہراس پھیل گیا اور افراتفری کا شکار ہونے لگے۔ لوگوں نے تاتاریوں کے ظلم و ستم کی وجہ کے خوف سے دمشق سے بھاگنا شروع کر دیا۔ روزانہ سینکڑوں کی تعداد میں لوگ دمشق سے نقل مکانی کرنے لگے۔

امام ابن تیمیہؒ نے جب یہ صورتِ حال دیکھی تو آپ نے جامع مسجد میں درس قرآن کا سلسلہ بڑی سرگرمی سے شروع کر دیا اور لوگوں کو جہاد کی ترغیب دی اور بھاگنے سے منع فرمایا۔ اور قرآن مجید کی اس آیت:

> "اور جس نے اس قدر بدلہ لیا۔ جس قدر اس کو تکلیف دی گئی تھی۔ پھر اس پر زیادتی کی گئی۔ تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کی مدد کرے گا۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ درگزر کرنے والا اور معاف کرنے والا ہے۔" (الحج ۶۰)

کی تفسیر کرتے ہوئے ایسی دلنشیں تقریر کی کہ لوگوں پر سکتہ طاری ہو گیا۔ حکومت کی طرف سے بھی اعلان ہوا کہ بغیر حکومت کی اجازت کے کوئی شخص شہر چھوڑ نہیں سکتا۔ اس کے علاوہ یہ خبر بھی ملی کہ

سلطان مصر اپنا لشکر لے کر تاتاریوں کے مقابلہ کے لئے آ رہا ہے جس سے دمشق کے لوگوں میں حوصلہ پیدا ہوا۔ لیکن یہ کیفیت بہت مختصر رہی۔

تقریباً ۳ ماہ بعد تاتاریوں کی آمد کی خبر پھر گرم ہوئی تو دمشق میں جہاد کا اعلان کر دیا گیا۔ اور اس کے ساتھ یہ خبر بھی ملی کہ سلطان مصر قاہرہ سے روانہ ہو چکا ہے مگر فوراً ہی یہ اطلاع ملی کہ سلطان نے مصر آنے کا ارادہ ملتوی کر دیا ہے۔ جس سے لوگ بہت ہی خوف زدہ ہو گئے۔ چنانچہ نائب السلطنت شام اور بعض عمائدین شہر نے امام ابن تیمیہؒ سے درخواست کی کہ وہ خود قاہرہ جائیں اور سلطان مصر کو تاتاریوں سے مقابلہ اور شام کی حفاظت کے لئے آمادہ کریں۔ چنانچہ امام صاحب نے نائب السلطنت شام اور عمائدین شہر کی درخواست کو شرف قبولیت بخشا اور آپ دمشق سے قاہرہ تشریف لے گئے اور سلطان سے ملاقات کر کے تاتاریوں سے مقابلہ اور دمشق کی حفاظت کے لئے بات چیت کی اور واضح الفاظ میں فرمایا:

> ''اگر تم نے شام کی اس مصیبت میں اس کا ساتھ نہ دیا اور اس کی امداد و اعانت اور تائید و حمایت سے دامن بچایا تو ہم اپنا کوئی دوسرا فرمانروا منتخب کر لیں گے جو ہماری حفاظت کرے گا ہمارے لئے سینہ سپر رہے گا اور امن و اماں کے زمانہ میں اپنی محنت کا پھل کھائے گا۔ اور ہاں کان کھول کر سن لو! اگر تم اہل شام کے سلطان و حکام نہ بھی ہوتے تو بھی واجب تھا کہ تم ان کی امداد و اعانت کرتے۔ پھر یہ کیسی عجیب بات ہے کہ تم شام کے حاکم اور صاحب امر بنے ہوئے ہو' وہاں کے لوگ تمہاری رعایا ہیں تم ہر طرح ان کے ذمہ دار اور مسئول ہو۔ پھر بھی چپ چاپ بیٹھے ہو۔''
>
> (حیات ابن تیمیہؒ ص ۸۴)

چنانچہ سلطان مصر' امام صاحب کی بصیرت اور ایمان افروز تقریر سے بہت متاثر ہوا۔ اور دمشق جانے اور تاتاریوں کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ اور اس نے مصری فوجوں کو دمشق کی طرف کوچ کرنے کا حکم دے دیا۔ اتنے میں یہ خبر ملی کہ تاتاری دمشق کے قریب آ گئے ہیں۔ اس عرصہ میں امام ابن تیمیہؒ بھی مصر سے دمشق پہنچ گئے اور انہوں نے یہ خوشخبری سنائی کہ سلطان مصر مع افواج آ رہا ہے۔ دوسری طرف یہ اطلاع ملی کہ تاتاری فوجیں واپس ہو گئی ہیں۔ کیونکہ وہ اس مرتبہ

سامان رسد بہت کم اپنے ساتھ لائے تھے۔ انہیں یہ امید تھی کہ شام کی زرخیز زمینوں سے انہیں کافی وافر مقدار میں سامان رسد مل جائے گا مگر بارش کی وجہ سے تاتاریوں کی امیدوں پر پانی پھر گیا' فصلیں تباہ ہوگئیں اور راستے بارش کی وجہ سے دلدل بن گئے اور اس کے بعد شدید برف باری شروع ہوگئی۔ (البدایہ والنہایہ ج ۱۴ ص ۱۶)

تاتاریوں سے فیصلہ کن جنگ اور ابن تیمیہؒ کا کارنامہ:

رجب ۷۰۲ھ میں یہ اطلاع ملی کہ اس مرتبہ تاتاریوں کا پکا ارادہ ہے کہ وہ شام پر حملہ آور ہوں۔ لوگوں میں اس خبر سے اضطراب پیدا ہوا اور وہ محفوظ مقامات کی طرف بھاگنے لگے۔ جب سلطان مصر کو اس کی اطلاع ملی۔ تو وہ اپنی فوجوں کے ساتھ دمشق پہنچ گئے۔

اب کی بار پہلے کی طرح ابن تیمیہؒ نے لوگوں کی ہمت بڑھانے اور حوصلہ بلند رکھنے کی پوری کوشش کی۔ امام صاحب کو اس مرتبہ فتح ونصرت کا پورا یقین تھا اور لوگوں سے فرماتے کہ ہم مظلوم ہیں اور مظلوم کی ضرور مدد ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"جس پر زیادتی کی جائے گی اس کی اللہ تعالیٰ ضرور مدد کرے گا۔" (الحج ۶۰)

اس لئے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق ہماری فتح یقینی ہے اور ہم ضرور کامیاب و کامران ہوں گے اور اس میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں ہے۔

اس وقت بعض شکست خوردہ ذہنیت کے لوگوں نے یہ سوال اٹھایا کہ تاتاری بہر حال مسلمان ہیں اس لئے ان سے جنگ کرنا از روئے شریعت جائز ہے یا نہیں۔ وہ نہ کافر ہیں اور نہ باغی ہیں امام ابن تیمیہؒ نے فرمایا:

تاتاری خوارج کے حکم میں ہیں۔ خوارج نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں کے خلاف بغاوت کی تھی۔ اپنے آپ کو خلافت وحکومت کا زیادہ حق دار گردانتے تھے۔ حالانکہ وہ مسلمانوں پر بہت زیادہ ظلم وستم کرتے تھے۔ لوٹ مار کرتے تھے۔ افعال شنیعہ کے مرتکب ہوتے تھے۔ اس لئے تاتاریوں کے خلاف جنگ کرنا جہاد ہے۔

امام ابن تیمیہؒ کی اس توضیح سے لوگوں کو اطمینان ہوگیا اور نکتہ سمجھ میں آ گیا۔

۲ رمضان ۷۰۲ھ کو شامی و مصری فوجوں سے تاتاری فوجوں کا معرکہ ہوا۔

امام ابن تیمیہؒ نے فتویٰ دیا کہ:

سامان رسد بہت کم اپنے ساتھ لائے تھے۔ انہیں یہ امید تھی کہ شام کی زرخیز زمینوں سے انہیں کافی وافر مقدار میں سامان رسد مل جائے گا مگر بارش کی وجہ سے تاتاریوں کی امیدوں پر پانی پھر گیا' فصلیں تباہ ہوگئیں اور راستے بارش کی وجہ سے دلدل بن گئے اور اس کے بعد شدید برف باری شروع ہوگئی۔ (البدایہ والنہایہ ج ۱۴ص ۱۶)

تاتاریوں سے فیصلہ کن جنگ اور ابن تیمیہؒ کا کارنامہ:

رجب ۷۰۲ھ میں یہ اطلاع ملی کہ اس مرتبہ تاتاریوں کا پکا ارادہ ہے کہ وہ شام پر حملہ آور ہوں۔ لوگوں میں اس خبر سے اضطراب پیدا ہوا اور وہ محفوظ مقامات کی طرف بھاگنے لگے۔ جب سلطان مصر کو اس کی اطلاع ملی۔ تو وہ اپنی فوجوں کے ساتھ دمشق پہنچ گئے۔

اب کی بار پہلے کی طرح ابن تیمیہؒ نے لوگوں کی ہمت بڑھانے اور حوصلہ بلند رکھنے کی پوری کوشش کی۔ امام صاحب کو اس مرتبہ فتح ونصرت کا پورا یقین تھا اور لوگوں سے فرماتے کہ ہم مظلوم ہیں اور مظلوم کی ضرور مدد ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''جس پر زیادتی کی جائے گی اس کی اللہ تعالیٰ ضرور مدد کرے گا۔'' (الحج ۶۰)

اس لئے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق ہماری فتح یقینی ہے اور ہم ضرور کامیاب و کامران ہوں گے اور اس میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں ہے۔

اس وقت بعض شکست خوردہ ذہنیت کے لوگوں نے یہ سوال اٹھایا کہ تاتاری بہرحال مسلمان ہیں اس لئے ان سے جنگ کرنا از روئے شریعت جائز ہے یا نہیں۔ وہ نہ کافر ہیں اور نہ باغی ہیں امام ابن تیمیہؒ نے فرمایا:

تاتاری خوارج کے حکم میں ہیں۔ خوارج نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں کے خلاف بغاوت کی تھی۔ اپنے آپ کو خلافت وحکومت کا زیادہ حق دار گردانتے تھے۔ حالانکہ وہ مسلمانوں پر بہت زیادہ ظلم وستم کرتے تھے۔ لوٹ مار کرتے تھے۔ افعال شنیعہ کے مرتکب ہوتے تھے۔ اس لئے تاتاریوں کے خلاف جنگ کرنا جہاد ہے۔

امام ابن تیمیہؒ کی اس توضیح سے لوگوں کو اطمینان ہوگیا اور نکتہ سمجھ میں آ گیا۔

۲ رمضان ۷۰۲ھ کو شامی و مصری فوجوں سے تاتاری فوجوں کا معرکہ ہوا۔

امام ابن تیمیہؒ نے فتویٰ دیا کہ:

﴿مَنْ رَّاٰی مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْهُ بِیَدِهٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَذَالِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ﴾

(ترجمہ) (تم میں سے کوئی برائی دیکھے تو چاہیے کہ اس کو اپنے ہاتھ سے بدل دے۔ اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو اپنی زبان سے بدلے اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو اپنے دل میں اسے برا سمجھے یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔) (صحیح مسلم مشکوٰۃ مترجم ج ۵ ص ۳۸۵)

امام صاحب تاتاریوں سے فرصت پا کر پوری سرگرمی کے ساتھ درس و تدریس، کتاب و سنت کی اشاعت، اور شرک و بدعت و محدثات کی تردید کے لئے سرگرم عمل ہو گئے اور آپ کی زندگی کا اولیں مقصد یہ تھا کہ کتاب و سنت کی اشاعت کی جائے۔ اور شرک و بدعت اور محدثات کا قلع قمع کیا جائے اس زمانہ میں مسلمانوں میں عیسائیوں اور یہودیوں کے اختلاط اور فاسد العقیدہ اور جاہل مقتداؤں کی تعلیم ایسے اعمال آ گئے تھے جن کا ثبوت شریعت مطہرہ میں نہیں ملتا تھا۔ چنانچہ امام صاحب نے مشرکانہ رسوم اور بدعات کے خلاف آواز بلند کرنی شروع کی۔ آپ نے شرک و بدعت کے خلاف سب سے پہلے عملی قدم یہ اٹھایا کہ دمشق کے نواح میں نہر قلوط کے کنارے ایک چٹان تھی جس کی زیارت کے لئے مسلمان جاتے تھے اور وہاں جا کر نذر و نیاز بھی کرتے تھے۔ امام صاحب چند مزدوروں کے ساتھ وہاں تشریف لے گئے اور اس کو پاش پاش کر کے ختم کر دیا۔ اس طرح مسلمانوں کو ایک بڑے فتنہ سے بچا لیا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۱۴ ص ۳۴)

فتنہ عقائد: قرآن مجید میں ہر مسلمان کے لئے یہ ضروری قرار دیا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، اور یوم آخرت، قضا و قدر، بعث بعد الموت اور جزاء و سزا پر ایمان لائے۔ کیونکہ ان پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص اپنے آپ کو مسلمان نہیں کہلا سکتا۔ مسلمانوں کے تمام اعمال کی بنیاد انہی عقائد پر ہے۔ اگر ان پر ایمان نہ لایا جائے تو تمام اعمال بیکار تصور ہوں گے۔

قرآن مجید میں ایمان کے ساتھ عمل پر بھی بہت زیادہ زور دیا گیا ہے اور عقائد کی صرف انہی باتوں کو بار بار دہرایا گیا ہے جو انسان کے دل و دماغ اور اس کی عبادت اور اعمال و اخلاق کی اصلاح اور درستگی سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور ان کو اس انداز سے پیش کیا گیا ہے۔ کہ عام لوگوں کے ذہن نشین ہو جائیں۔

امام صاحب نے یہودیت' نصرانیت کی تردید کے ساتھ شرک و بدعت کی بھی تردید کی۔ اور شیعہ عقائد کو بھی واضح کیا۔ صوفیا پر بھی تنقید کی اور کتاب و سنت کی روشنی میں صوفیا کے عقائد کو واضح کیا۔ صوفیا کی ایک جماعت شیخ محی الدین ابن عربی کو محقق اور امام مشرب توحید مانتی تھی۔ امام ابن تیمیہؒ نے ابن عربی کی ''فتوحات مکیہ'' اور ''نصوص الحکم'' کا بغور مطالعہ کیا تھا۔ اس لئے عوام کے سامنے ابن عربی کے مسلک کو واضح کیا۔ امام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

''ابن عربی اور ان کے متبعین کا مسلک یہ ہے کہ وجود ایک ہی ہے وہ کہتے ہیں کہ مخلوق کا وجود خالق کا وجود ہے۔ وہ دو متغائر وجودوں کے قائل نہیں۔ جن میں سے ایک دوسرے کا خالق ہو۔ بلکہ لکھتے ہیں کہ خالق ہی مخلوق ہے اور مخلوق ہی خالق ہے۔ وجود میں رب و عبد کی کوئی تفریق نہیں۔ وہاں نہ کوئی خالق ہے نہ مخلوق' وہاں نہ کوئی داعی ہے نہ مجیب' وجود کا جب اعیان پر فیضان ہوا اور اس نے اس کے اندر ظہور کیا تو اعیان کی حیثیت سے اس میں تنوع اور تفریق پیدا ہوئی۔ جیسے کہ روشنی مختلف الالوان شیشوں میں مختلف رنگوں میں ظاہر ہوتی ہے۔ اس بنا پر وہ کہتے ہیں کہ گو سالہ پرستوں نے درحقیقت خدا ہی کی پرستش کی تھی۔ اور موسیٰ علیہ السلام نے ہارون کو جو ٹوکا تھا تو اس بات پر انہوں نے گو سالہ پرستی کی (جو دراصل خدا پرستی تھی)۔ اس لئے کہ موجود تو ایک ہی ہے۔ مخالفت کیوں کی۔ ان کے نزدیک موسیٰ علیہ السلام ان عارفین میں سے تھے جو ہر چیز میں حق کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک فرعون اپنے اس دعویٰ میں برسر حق تھا۔ کہ اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی بلکہ وہ عین حق تھا۔''

صاحب نصوص الحکم کا کہنا ہے کہ فرعون کو چونکہ تکوینی طور پر منصب حکومت حاصل تھا۔ اور وہ صاحب وقت تھا۔ تو اس نے بجا طور پر اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی کہا۔ اس لئے کہ جب سب کسی نہ کسی نسبت سے ارباب ہیں تو میں ان میں سے اعلیٰ ہوں۔ کیوں کہ مجھے ظاہر میں تم پر حکومت کرنے اور فیصلہ کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ جادوگروں کو جب فرعون کی صداقت کا علم ہوا۔ تو انہوں نے اس کی مخالفت نہیں کی۔ بلکہ اس کا اعتراف کیا اور کہا:

﴿فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ اِنَّمَا تَقْضِیْ هٰذِهِ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا﴾

ترجمہ: (جو تمہیں فیصلہ کرنا ہے کرو۔ تم اس دنیا کی زندگی پر حکم چلا سکتے ہو)

اس لئے فرعون کا یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی اگرچہ فرعون عین حق پر

تھا۔

ابن عربی حضرت نوح علیہ السلام پر تنقید کرتے ہیں۔ اور ان کی کافر قوم کی تصویب و تعظیم جنہوں نے پتھروں کی پرستش کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ان (بت پرستوں میں) درحقیقت اللہ ہی کی عبادت کی تھی۔ اور یہ طوفان دراصل معرفتِ الٰہی کی طغیانی اور اس کے سمندر کا جوش تھا۔ جس میں وہ غرق ہوئے۔ (الفرقان بین الحق والباطل ص ۱۴۷ بحوالہ تاریخ دعوت وعزیمت ج ۵ ص ۷۶۔۷۵)

یہاں یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ امام ابن تیمیہؒ کے زمانہ میں عقیدہ وحدۃ الوجود میں غلو پیدا ہو گیا تھا۔ لوگ اس سلسلہ میں عقل و اخلاق کی حدود پھلانگ گئے تھے اور ایک بحرانی سے کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔

امام صاحب اس طرح اظہار خیال فرماتے ہیں کہ:

> ''اس سلسلہ میں ایک جماعت (جس کو علم کلام' فلسفہ اور تصوف سے واقفیت تھی) بہت زیادہ گمراہ ہوئی۔ ان میں ابن سبعین صدرالدین قونوی (تلمیذ ابن عربی) اور بلبانی اور تلمسانی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان میں تلمسانی اس مسئلہ کے علم و معرفت میں سب سے بڑھا ہوا تھا۔ وہ مذہب وحدۃ الوجود کا صرف قائل ہی نہیں تھا۔ بلکہ اس پر عامل بھی تھا چنانچہ شراب پیتا تھا اور محرمات کا ارتکاب کرتا تھا۔ (کہ جب موجود ایک ہے تو حلال وحرام کی تفریق کیسی) مجھ سے ایک معتبر آدمی نے بیان کیا کہ وہ تلمسانی سے فصوص الحکم کا درس لیتے تھے۔ اور اس کو اولیاء اللہ اور عارفین کا کلام سمجھتے تھے۔ جب انہوں نے فصوص کو پڑھا اور دیکھا کہ اس کے مضامین تو قرآن شریف کے صریح مخالف ہے۔ تو انہوں نے تلمسانی سے کہا۔ یہ کلام تو قرآن شریف کے مخالف ہے۔ تو اس نے جواب دیا کہ قرآن تو سارا شرک سے بھرا ہوا ہے۔ اس لئے کہ وہ رب و عبد کے درمیان فرق کرتا ہے۔ تو حید تو ہمارے کلام میں ہے اس کا یہ بھی مقولہ ہے کہ کشف کے ذریعہ وہ بھی ثابت ہوا۔ جو صریح عقل کے خلاف ہے۔''

(الفرق بین الحق والباطل ص ۱۴۵)

امام صاحب نے صوفیا کے عقائد کے بارے میں کئی ایک رسالے لکھے جن میں ان کے عقائد قلعی کھول کر رکھ دی۔ چنانچہ نام نہاد صوفیا میں کھلبلی مچ گئی۔ امام ابن تیمیہؒ نے کتاب و سنت' آثار سلف اور اقوال ائمہ کی روشنی میں صوفیا کے عقائد پر تنقید کی۔ چنانچہ آخر صوفیا نے امام صاحب کے آگے گھٹنے ٹیک دیے۔

امام ابن تیمیہؒ نے بدعات' منکرات اور محدثات کے خلاف جو مہم چلائی اللہ تعالیٰ نے ان کو اس میں کامیاب و کامران کیا۔ خاص کر ان شعبدہ باز صوفیوں کا قلع قمع کیا جو در پردہ یا علی الاعلان تاتاریوں سے ملے ہوئے تھے اور انہوں نے شام پر حملہ کے دوران تاتاریوں کا ساتھ دیا تھا۔

امام ابن تیمیہؒ کا دورِ ابتلاء: شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ بڑے سکون و اطمینان سے دین اسلام کی اشاعت' کتاب و سنت کی ترقی و ترویج' اور شرک و بدعت کی تردید و توبیخ اور اس کے ساتھ تصنیف و تالیف میں مشغول تھے کہ حاسدین نے آپ کے خلاف سازشوں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ یہ حاسد آپ کے خلاف شروع ہی سے برسرِ پیکار تھے۔ کیونکہ آپ نے ان کے تمام منصوبے خاک میں ملا دیے تھے۔ اور دوسری بات یہ تھی کہ یہ لوگ امام صاحب کا کسی بھی محاذ پر مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے ان لوگوں نے در پردہ آپ کے خلاف سازشوں کا جال پھیلایا۔ مخالفین میں علمائے کرام بھی تھے جو علم و فضل کے اعتبار سے امام صاحب کے مقابلہ میں عشر عشیر بھی نہ تھے۔ جاہل صوفیا کا گروہ بھی تھا جن کے عزائم کو امام صاحب نے ملیامیٹ کر دیا تھا۔ علاوہ ازیں مخالفت کی ایک وجہ اور بھی تھی کہ امام ابن تیمیہؒ کی شہرت و مقبولیت میں روز بروز اضافہ ہو رہا تھا اور انہیں عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ آپ کا آفتاب اقبال نصف النہار پر پہنچ چکا تھا اور ملک کے گوشہ گوشہ میں آپ کو عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اس لئے حاسدین اور مخالفین نے آپ کے خلاف سازشوں کا جال پھیلانے کا پروگرام بنایا:

مخالفین میں سرفہرست جاہل صوفیا کا گروہ تھا۔ جن کی مخالفت میں امام صاحب سرگرم عمل تھے۔ حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

> ''شیخ تقی الدین (ابن تیمیہؒ) سے فقہا کی ایک جماعت جلا کرتی تھی۔ اس لئے کہ وہ حکومت کی نگاہ میں وقار کے حامل تھے۔ عوام ان کے ارشادات پر سر تسلیم خم کر دیتے تھے۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ

تن تنہا انجام دینا ان کا شعار تھا۔ اس کے باعث وہ لوگوں میں مقبول تھے۔ ان کے متبعین کی تعداد شمار سے خارج تھی۔ ان کی حمیت دینی اور علم و عمل سے انہیں محسود بنا دیا تھا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۱۴ ص ۳۷)

سلطان مصر سے شکایت: مخالفین جن میں ابن عربی کے متبعین زیادہ تھے سلطان مصر سے شکایت کی کہ امام ابن تیمیہ ؒ شیخ ابن عربی پر برملا تنقید کرتے ہیں' ان کی قدر و منزلت کو گھٹا رہے ہیں اور ان کے افکار و آراء کا تار پور بکھیر رہے ہیں۔ اس لئے ہماری آپ سے استدعا ہے۔ کہ امام صاحب کو ان پر نکتہ چینی اور تنقید کرنے سے روکا جائے۔

مصر طلبی: صوفیا کی درخواست جب سلطان مصر کے پاس پہنچی تو اس نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ ؒ کو قاہرہ طلب کیا۔ ۵ رمضان المبارک ۷۰۵ء کو امام صاحب کو طلبی کی اطلاع ملی۔ آپ مصر روانہ ہو گئے۔ اور ۲۲ رمضان کو آپ مصر پہنچ گئے آپ کے مصر پہنچنے سے پہلے سلطان مصر مخالفین کی شکایت پر قاضی القضاۃ بدرالدین بن جماعۃ الشافعی کو یہ حکم دے چکا تھا کہ وہ اس معاملہ کی تحقیق کر کے فیصلہ کریں اور اس کے بعد مجھے رپورٹ دیں۔

۱۰ شوال منگل کے روز قاہرہ میں ایک مجلس مذاکرہ ہوئی۔ اس مجلس میں بہت سے علمائے کرام شامل تھے۔ شافعی عدالت کے سامنے امام ابن تیمیہ ؒ کے خلاف الزامات کی فہرست پیش کی گئی اور عدالت سے انصاف کا مطالبہ کیا گیا۔ امام صاحب نے ان سب الزامات کی تردید کی اور ایک ایک الزام کا قرآن و حدیث کی روشنی میں مدلل جواب دیا۔ یہ جواب اتنے مدلل تھے کہ مدعی کے پاس ان کا کوئی جواب نہیں تھا۔ اب قاضی القضاۃ ابن جماعۃ اور دوسرے اصحاب میں اختلاف پیدا ہوا کہ امام ابن تیمیہ ؒ نے ہم سب کو خاموش کر دیا ہے۔ لیکن مخالفت برائے مخالفت کے اصول پر پیش نظر ابن جماعۃ کا موقف یہ تھا کہ امام ابن تیمیہ ؒ کو سزا ضرور ملنی چاہیے۔ لیکن دوسرے علماء کا موقف یہ تھا کہ جب الزامات ہی ثابت نہیں ہوئے تو پھر سزا کیسی۔ چنانچہ کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ (امام ابن تیمیہ ؒ ص ۳۴۵)

دوبارہ شکایت: جب اس مجلس میں مخالفین کامیاب نہ ہو سکے تو انہیں بہت تشویش ہوئی کہ ہمارا وار خالی گیا ہے اس لئے اب انہوں نے دوبارہ سلطان مصر سے شکایت کی اور امام صاحب کے بارے میں تین شرطیں پیش کیں۔

(۱) وہ قاہرہ سے دمشق چلے جائیں اور وہاں مشروط زندگی بسر کریں۔

(۲) قاہرہ سے اسکندریہ چلے جائیں اور وہاں مشروط زندگی بسر کریں۔

(۳) اگر دونوں شرطیں منظور نہیں تو پھر جیل چلے جائیں۔

امام صاحب کو جب ان شرائط سے آگاہ کیا گیا۔ تو آپ نے تیسری شرط کو منظور کر لیا۔
چنانچہ امام صاحب کو جیل بھیج دیا گیا۔ امام صاحب کے جیل جانے سے مصر میں حنابلہ پر آفت آگئی اور ان کو ہر طریقہ سے پشیمان کرنے اور اہانت آمیز سلوک کرنا شروع کر دیا۔

حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

''امام ابن تیمیہؒ کے جیل جانے سے دیار مصر میں حنابلہ کو بہت زیادہ اہانت' ذلت و رسوائی سے دوچار ہونا پڑا تھا۔'' (البدایہ والنہایہ ج ۱۴ ص ۳۸)

امام صاحب کو جیل میں تمام سہولتیں فراہم کی گئیں۔ خدام کو ان کے ساتھ رہنے کی اجازت دی گئی۔ ہر شخص ان کے پاس آنے جانے کا مجاز تھا۔ لوگ ان سے فتویٰ حاصل کرنے کے لئے جاتے۔ اور آپ ان کے فتوؤں کا جواب لکھ کر ان کے حوالے کرتے تھے۔ کئی لوگ دعا و برکت کے حصول کے لئے حاضر ہوتے تھے اور آپ ان کے لئے دعائے خیر کرتے تھے۔ غرضیکہ امام صاحب کو جیل میں ہر قسم کی سہولت میسر تھی۔ کسی قسم کی تکلیف اور پریشانی لاحق نہ تھی۔

(مقالات شبلی ج ۵ ص ۷۲)

مشروط رہائی کی پیشکش: امام صاحب کو جیل گئے ہوئے ایک سال کا عرصہ گزر گیا تو بعض علمائے کرام اور فقہائے عظام نے آپس میں یہ صلاح مشورہ کیا کہ امام ابن تیمیہؒ کو رہا کرانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ لیکن رہائی سے پہلے چند شرائط کا طے ہونا ضروری ہے۔ اور وہ شرائط یہ ہیں کہ امام صاحب اپنے عقائد سے رجوع کا اعلان کریں تو ہم سلطان مصر سے ان کی رہائی کی درخواست کریں گے۔

چنانچہ امام ابن تیمیہؒ کو اس کی اطلاع دی گئی۔ لیکن آپ نے اس کو منظور نہ کیا۔ اور جواب میں فرمایا:

﴿اَلسِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْ اِلَیْهِ﴾

ترجمہ: (یہ لوگ جس طرف مجھے بلا رہے ہیں اس کے مقابلہ میں مجھے جیل کی زندگی زیادہ

مرغوب ہے۔)

امام صاحب کو جیل گئے ہوئے ۱۸ ماہ گزر گئے۔ لیکن آپ نے مشروط رہائی کو منظور نہ کیا۔ آخر ایک عرب امیر ''ابنِ عیسیٰ'' کی کوشش سے غیر مشروط رہائی ملی۔ (حیات ابن تیمیہؒ ص ۱۱۵)

دوبارہ اسیری: رہائی کے بعد امام صاحب کا مصر میں طویل قیام کا ارادہ نہ تھا۔ لیکن وہی ہوتا ہے جو خدا کو منظور ہوتا ہے۔ حالات ہی کچھ ایسے ہوگئے کہ امام صاحب کا مصر میں قیام طویل ہوگیا اور اس قیام کے دوران آپ نے درس و تدریس، دعوت و ارشاد اور وعظ و تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا۔ اور اس دوران آپ پر یہ حقیقت واضح ہوئی کہ مصر میں جو گروہ سب سے زیادہ قوی اور توانا ہے۔ وہ صوفیا کا گروہ ہے۔ یہ لوگ وحدۃ الوجود کے قائل تھے۔ یہ لوگ موجود اور وجود، خالق اور مخلوق میں کسی میں تفریق کے قائل نہیں تھے۔

چنانچہ امام صاحب نے ان صوفیا کے عقائد باطلہ کی تردید کرنی شروع کی۔ کتاب و سنت اور فقہ اسلامی کی روشنی میں بدلائل ثابت کیا کہ ایسے خیالات فاسدہ کا حامل شخص دائرہ اسلام میں نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ حاسدین اور مخالفین نے دوبارہ سلطان مصر سے شکایت کی کہ امام ابن تیمیہؒ پھر شیخ ابن عربی پر تنقید کر رہے ہیں۔ چنانچہ سلطان نے دوبارہ امام صاحب کو اسیر زنداں کر دیا اور ایک سال تک آپ اسیر زنداں رہے۔

اسکندریہ میں طلبی: ایک سال جیل میں رہنے کے بعد سلطان مصر نے امام صاحب کی رہائی کا حکم صادر کیا اور اس کے ساتھ یہ حکم بھی امام صاحب کو ملا کہ وہ میرے پاس اسکندریہ تشریف لائیں۔ چناچہ امام صاحب قاہرہ سے اسکندریہ روانہ ہوئے۔ جب آپ اسکندریہ پہنچے تو سلطان مصر نے خود چند قدم آگے بڑھ کر آپ کا استقبال کیا۔ سلطان کے ساتھ مصر و شام کے جید علمائے کرام اور قضاۃ بھی تھے۔

قاضی جمال الدین ابن القلانسی نے جو اس مجلس میں موجود تھے۔ انہوں نے امام ابن تیمیہؒ کی آمد اور استقبال کا چشم دید واقعہ بیان کیا۔ جس کو حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے۔ قاضی جمال الدین بیان کرتے ہیں:

> ''جس وقت سلطان کو اطلاع ملی کہ ابن تیمیہؒ پہنچ گئے ہیں وہ ہمہ آمد کھڑا ہوگیا اور ایوان سلطنت کے کنارے تک چل کر آیا۔ وہاں دونوں کی

ملاقات اور معانقہ ہوا۔ سلطان ابن تیمیہؒ کو لئے ہوئے قصر شاہی کی اس منزل کی طرف آیا۔ جس کی کھڑکی باغ کی طرف کھلتی ہے۔ وہاں دونوں ایک گھڑی بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ پھر دونوں دربار کی طرف اس ہیئت سے آئے کہ شیخ کا ہاتھ سلطان کے ہاتھ میں تھا۔ سلطان بیٹھ گیا۔ اس کے دائیں جانب ابن جماعۃ (قاضی مصر) اور بائیں طرف ابن الخلیلی وزیر سلطنت تھا۔ ابن تیمیہؒ سلطان کے سامنے اس کی مسند کے پاس بیٹھے تھے۔ وزیر سلطنت نے اس وقت درخواست دی کہ اہل ذمہ (غیر مسلم رعایا) کو سفید عماموں کے استعمال کی اجازت حسب دستور سابق دی جائے۔ انہوں نے خزانہ شاہی کو سات لاکھ سالانہ کی پیش کش کی ہے۔ یہ موجودہ ٹیکس کے علاوہ ہوگا۔ اس وقت مجلس پر سکوت طاری تھا۔ قضاۃ اکابر علماء سب موجود تھے۔ ان میں علامہ ابن الزملکانی بھی تھے۔ سلطان نے قضاۃ علما کی طرف خطاب کر کے فرمایا آپ اس بارہ میں کیا کہتے ہیں؟ اس پر کسی نے کچھ نہیں کہا۔ چنانچہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور بڑے جوش و غصہ کے ساتھ گفتگو کرنی شروع کی اور وزیر پر سختی سے جرح کی۔ ان کی آواز بلند ہوتی جا رہی تھی۔ اور سلطان ان کو نرم کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس وقت امام ابن تیمیہؒ نے اس طرح گفتگو کی کہ کوئی دوسرا شخص اس کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ انہوں نے سلطان کو خطاب کر کے کہا کہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ آپ کے اس پہلے دربار کا افتتاح اس کاروائی سے ہو کہ آپ فانی دنیا کی حقیر منفعت کے لئے اہل ذمہ کی مدد کریں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتنا بڑا احسان کیا کہ آپ کو کھوئی ہوئی سلطنت دلا دی۔ آپ کے دشمن کو ذلیل و خوار کیا اور حریفوں پر آپ کو فتح دی۔ سلطان نے سن کر یہ کہا کہ یہ قانون تو جاشنگیر کا بنایا ہوا ہے امام ابن تیمیہؒ نے کہا یہ تو آپ ہی کے فرمان سے ہوا ہے جاشنگیر تو آپ کا نائب تھا۔ سلطان کو ابن تیمیہؒ کی حق گوئی پسند آئی

اور یہ قانون بدستور رہا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۱۴ ص ۴۷)

قاہرہ واپسی: امام ابن تیمیہؒ اسکندریہ سے واپس قاہرہ تشریف لائے اور دوبارہ درس وتدریس میں مصروف ہوئے۔ دعوت وارشاد کا سلسلہ جاری کیا۔ وعظ و تبلیغ کے ذریعہ دین اسلام کی نشرو اشاعت میں ہمہ تن منہمک ہوئے۔ امام صاحب کا قاہرہ میں قیام کا ارادہ نہ تھا۔ لیکن اب آپ نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ اور قاہرہ میں طویل قیام کا ارادہ کرلیا۔ چنانچہ خط لکھ کر دمشق سے بہت سی کتابیں منگوائیں۔ اس کے بعد ہمہ تن درس وتدریس میں مشغول ہوگئے اور ساتھ ہی تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری ہوگیا۔

دمشق واپسی: ۷۱۲ھ میں سات سال بعد امام ابن تیمیہؒ قاہرہ (مصر) سے واپس دمشق تشریف لے گئے۔ سلطان مصر آپ کے ساتھ تھا۔ اہل دمشق نے سلطان اور امام صاحب کا والہانہ استقبال کیا۔ دمشق واپس پہنچ کر امام صاحب حسب سابق اپنے کام درس وتدریس، دعوت وارشاد، تصنیف وتالیف اور وعظ و تبلیغ میں مشغول ہوگئے۔ (امام ابن تیمیہؒ از کوکن ص ۳۶۴)

آخری اسیری: ۷۲۱ھ تا ۷۲۶ھ امام ابن تیمیہؒ پوری آزادی کے ساتھ درس وتدریس، دعوت وارشاد، وعظ و تبلیغ اور افتاء میں مشغول رہے۔ اس عرصہ میں زیادہ تر تدریس کی طرف متوجہ رہے اور اس کے ساتھ اپنی بعض تصنیفات پر نظر ثانی بھی کی۔

امام صاحب اپنے علمی کاموں میں مصروف تھے۔ کہ مخالفین اور حاسدین نے آپ کے خلاف ایک ہنگامہ کھڑا کردیا۔ اس ہنگامہ کی وجہ آپ کا فتویٰ "زیارۃ القبور" تھا جو آپ نے ۱۷ سال قبل دیا تھا۔

آپ کا فتویٰ یہ تھا:

کسی قبر کی زیارت کے لئے خواہ وہ قبر انور ہو علی صاحبہ الف الف صلوٰۃ وسلام۔ اہتمام سے سفر کرکے جانا (جس کو عربی میں شدرحال کہتے ہیں) جائز نہیں۔ اس لئے کہ حدیث میں آتا ہے:

﴿لاتشد الرحال الا الی ثلاثة مساجد المسجد الحرام و مسجدی هذا والمسجد الاقصی﴾

(ترجمہ) (کجاوے نہ کسے جائیں، اہتمام سے سفر نہ کیا جائے، مگر تین مسجدوں کی طرف مسجد

حرام ''خانہ کعبہ'' میری مسجد (مسجد نبوی) اور مسجد اقصیٰ ''بیت المقدس'')

امام ابن تیمیہؒ دمشق میں تھے۔ اور آپ کے مخالفین آپ کے خلاف سازش مصر میں کر رہے تھے۔ مخالفین نے فتویٰ کو الٹ پلٹ کر کے سلطان کے سامنے پیش کیا۔ سلطان نے بغیر تحقیق کئے امام صاحب کی گرفتاری کا حکم صادر کر دیا۔ چنانچہ سلطان مصر کا فرمان دمشق پہنچا۔ امام صاحب کو مطلع کیا گیا۔ آپ نے فرمایا:

''میں تو اس کا منتظر تھا اس میں بڑی خیر اور مصلحت ہے۔''

اس کے بعد امام صاحب کو دمشق کے قلعہ میں محبوس کر دیا گیا۔ اور قلعہ کا ایک کمرہ ان کے لئے مخصوص کر دیا گیا۔ اور اس کے ساتھ امام صاحب کو اس کی بھی اجازت دی گئی کہ وہ اپنے بھائی زین الدین عبدالرحمان بن عبدالحلیم کو بھی اپنے ساتھ رکھ سکتے ہیں۔ امام صاحب کے ساتھ ان کے شاگرد رشید حافظ ابن قیمؒ کو بھی اسیر زنداں کیا گیا۔ (حیات ابن تیمیہؒ ص ۱۵۰)

جیل میں ابن تیمیہؒ کے مشاغل: عرصہ دراز کے بعد امام صاحب کو سکون و اطمینان اور یکسوئی نصیب ہوئی۔ چنانچہ امام صاحب عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے اور اس کے ساتھ اپنے افکار و آراء کی تنقیح و تدوین کی طرف بھی توجہ مبذول فرمائی۔ تفسیر قرآن کے متعلق متعدد پہلوؤں پر آپ نے خامہ فرسائی کی۔ اس کے ساتھ آپ کے پاس جیل میں استفسارات آتے تو امام صاحب ان کا بھی جواب لکھ دیتے تھے۔

مخالفین اور حاسدین نے آپ کو جیل میں بھی سکون سے وقت گزارنے نہ دیا۔ امیر دمشق سے شکایت کر کے امام صاحب کو تحریر و مطالعہ سے محروم کر دیا گیا۔ اور قلم دوات اور کتابیں وغیرہ سب ضبط کر لی گئیں۔ یہ نئی مصیبت کیوں نازل ہوئی۔ حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

''امام صاحب پر اس نئی مصیبت کا سبب یہ تھا کہ مسئلہ زیارۃ القبور کے سلسلہ میں انہوں نے مالکی قاضی ابن اخنائی کے مزعومات کی تردید کی تھی اور ثابت کر دیا تھا کہ یہ شخص نہایت جاہل ہے۔ اس کی متاع علم بالکل ناقابل التفات ہے۔ اخنائی نکتہ چینی برداشت نہ کر سکا۔ بادشاہ کے پاس شکایت لے کر پہنچا۔ بادشاہ نے حکم صادر کر دیا کہ تحریر و مطالعہ کا سامان واپس لے لیا جائے۔ اس حکم کی فوراً تعمیل ہوئی۔''

(البدایہ والنہایہ ج ۱۴ ص ۱۳۴)

زندگی کے آخری دن اور وفات: امام ابن تیمیہؒ جب جیل گئے۔ تو تصنیفات و تالیف کے ساتھ ساتھ، عبادت و ریاضت اور تلاوت قرآن مجید میں بھی مشغول رہتے تھے۔ امام صاحب کے بھائی زین الدین عبدالرحمان بیان کرتے ہیں کہ امام ابن تیمیہؒ نے میرے ساتھ قرآن مجید کے ۸۰ دور ختم کیے۔ اور جب ۸۱ مرتبہ سورۃ القمر کی آیت:

﴿ اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ o فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ o ﴾

(ترجمہ) (پرہیزگار لوگ بے شک باغوں اور نہروں میں ہوں گے اور مقتدر بادشاہ کے نزدیک سچی جگہ حاصل کئے ہوں گے۔)

پر پہنچے تو روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ (اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ)

"یہ واقعہ ۲۲ ذی قعدہ ۷۲۸ھ مطابق ۲۶ ستمبر ۱۳۲۸ء کا ہے۔ انتقال کے وقت عمر ۶۷ سال تھی۔" (امام ابن تیمیہؒ از کوکن ص ۵۸)

انتقال کا اعلان اور لوگوں کا ہجوم: امام ابن تیمیہؒ کے انتقال کی خبر قلعہ کے موذن نے قلعہ کے مینار پر چڑھ کر دی۔ شہر میں یہ خبر بجلی کی طرح پھیل گئی۔ لوگ پروانہ وار قلعہ کی جانب دوڑنے لگے۔ قلعہ کا دروازہ کھول دیا گیا۔ اور لوگوں کو اندر آنے کی عام اجازت دے دی گئی۔ چنانچہ لوگ جوق در جوق آتے اور امام صاحب کی زیارت کرتے۔ (تاریخ دعوت وعزیمت ج ۲ ص ۱۳۶)

جنازہ کی کیفیت اور تدفین: غسل کے بعد جنازہ تیار ہوگیا۔ پہلی نمازِ جنازہ قلعہ کے اندر پڑھائی گئی۔ جو شیخ محمد بن تمام نے پڑھائی۔ اس کے بعد جنازہ قلعہ سے باہر لایا گیا۔ قلعہ کے باہر لوگوں کا اتنا ہجوم تھا کہ لوگوں کو کنٹرول کرنا مشکل ہوگیا اور لوگوں کو کنٹرول کرنے کے لئے فوج کو انتظام کرنا پڑا۔ اس حال میں مجمع سے ایک آواز بلند ہوئی:

﴿هكذا تكون جنائز ائمة السنة﴾

(ترجمہ) (سنت کے پیشواؤں کا جنازہ اسی شان کا ہوتا ہے)

یہ سن کر کہرام مچ گیا۔ جنازہ میں لوگوں کی تعداد ۳ لاکھ سے متجاوز تھی۔ بقول حافظ ابن کثیرؒ دمشق کی تاریخ میں اس سے پہلے اتنا بڑا جنازہ دیکھنے میں نہیں آیا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۱۴ ص ۱۳۹)

دوسری بار آپ کے بھائی زین الدین عبدالرحمٰن نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور مقبرہ

الصوفیہ کے قبرستان میں اپنے بھائی شرف الدین عبداللہ کے پہلو میں دفن کئے گئے۔

غائبانہ نمازِ جنازہ: اکثر اسلامی ممالک میں امام صاحب کی غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھی گئی حافظ ابن رجب م ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

> ''اکثر قریبی اور دور دراز کے اسلامی ممالک میں امام صاحب کی غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھی گئی۔ یہاں تک کہ یمن اور چین میں بھی۔ (وہاں سے آنے والے) مسافروں کا بیان ہے کہ اقصائے چین کے ایک شہر میں جمعہ کے دن (ان الفاظ میں) اعلان کیا گیا کہ ترجمان القرآن کی (غائبانہ) نماز جنازہ ہے۔'' (حیات ابن تیمیہؒ ص ۱۰۹)

مولانا ابوالکلام آزاد فرماتے ہیں:

> ''امام موصوف کی وفات سے ساٹھ ستر سال بعد ابن بطوطہ نے چین کا سفر کیا تھا ان کو موجودہ شہر پیکن کے قریب قبائل عرب وتجار اہل اسلام کی ایک بہت بڑی آبادی ملی تھی جس میں فقہا' محدثین واصحاب درس وتدریس موجود تھے۔ شیخ بدرالدین محدث نے ان کی دعوت کی اس کے علاوہ عام دیار چین میں ہر جگہ عرب اور نومسلم بعداد موجود تھے۔ اور بلاد عربیہ سے آمد روفت کا سلسلہ برابر جاری تھا۔ انہی لوگوں نے امام موصوف کی وفات کی خبر سن کر غائبانہ نماز جنازہ پڑھی تھی۔'' (تذکرہ ص ۱۹۹)

ذاتی اوصاف اور اخلاق وعادات: امام ابن تیمیہؒ کی پوری زندگی اسوۂ رسول کا نمونہ تھی۔ وہ اپنے ہر قول وفعل میں کتاب وسنت کو پیش نظر رکھتے تھے۔ فرائض اور سنن کے پابند تھے۔ وضع قطع اور لباس میں عام آدمی تھے۔ ان کو صرف ان کے تبحر علمی کی بنا پر امتیاز کیا جا سکتا تھا۔ میانہ روی ان کا شعار تھا۔

معمولات: امام صاحب کا روزانہ کا معمول یہ تھا۔ کہ نمازِ فجر سے طلوع آفتاب تک ذکر واذکار اور توبہ واستغفار اور تلاوت قرآن مجید میں مشغول رہتے تھے۔

ذوق مطالعہ: مطالعہ کا شوق بچپن سے ہی تھا۔ صرف درسی کتابوں کے مطالعہ پر اکتفا نہیں کرتے تھے بلکہ علم وفن کی کتابیں ان کے مطالعہ میں آتی تھیں۔

تبحر علمی: ان کا سب سے نمایاں وصف ان کا تبحر علمی تھا۔ ان کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ متقدمین اور متاخرین کی کوئی ایسی کتاب نہیں تھی جو ان کے مطالعہ میں نہ آئی ہو۔

ان کے تبحر علمی کے بارے میں شیخ بہاؤ الدین قاسم بن محمود بن عسا کرنے امام صاحب کی زندگی میں دو شعر لکھے:

(ترجمہ) (شیخ تقی الدین ابن تیمیہؒ علم کے سمندر ہو گئے ہیں۔ سوال کرنے والوں کا جواب بغیر کسی رکاوٹ کے دیتے ہیں۔ انہوں نے ہر ایک مفید علم کا احاطہ کر لیا۔ پس تم بحر محیط کی تعریف میں جو بھی چاہو کہہ سکتے ہو۔)

خطابت: امام ابن تیمیہؒ جلیل القدر عالم ہونے کے ساتھ بلند پایہ خطیب بھی تھے۔ ان کی تقریر بڑی فصیح و بلیغ ہوتی تھی۔ سامعین ان کی تقریر سے اکتاتے نہیں تھے۔

حق گوئی و بیباکی: یہ امام صاحب کا ممتاز ترین وصف تھا۔ حق بات کہنے میں وہ بالکل نہیں ڈرتے تھے۔ بلاخوف بادشاہ وقت کے سامنے حق بات کہنے سے باز نہیں آتے تھے۔ انہوں نے ساری عمر آنحضرت ﷺ کی اس حدیث:

﴿افضل الجهاد كلمه حق عند سلطان جائر﴾

(ترجمہ) (بہترین جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا ہے) کو پیش نظر رکھا اور اس پر عمل کر کے دکھایا۔

شجاعت اور بہادری: امام ابن تیمیہؒ صاحب علم و قلم ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب سیف بھی تھے۔ تاتاری لڑائیوں میں ان کی شجاعت و بہادری کے جوہر نمایاں ہوئے۔ تلوار چلانے کے بہت دھنی تھے۔

حدّت اور شدّت: امام صاحب طبیعت کے سخت تھے۔ ان کی طبیعت میں تیزی بہت زیادہ تھی۔ خلاف شریعت کوئی کام دیکھ کر ان کی طبیعت میں تیزی آجاتی تھی۔ ایک شاعر نے ان کی تعریف میں کہا:

''وہ بُردبار تھے' کریم تھے' مہربان تھے۔ صرف ایک بات تھی کہ جب اللہ کی فرمانبرداری نہ ہوتی ہو تو اللہ کے واسطے بگڑ جاتے تھے۔''

عاجزی اور انکساری: امام ابن تیمیہؒ خلاف شریعت مطہرہ کام دیکھ کر بگڑ جاتے تھے لیکن شخصی طور پر وہ بہت زیادہ منکسر المزاج تھے۔ حافظ ابن قیمؒ نے اپنی کتاب مدارج السالکین جلد اول صفحہ ۲۹۶ پر امام صاحب کا یہ قول نقل کیا ہے کہ امام صاحب فرماتے تھے:

> ''میں ایک معمولی آدمی ہوں۔ میں ملت اسلامیہ کا ایک ادنیٰ فرد ہوں۔ میں اہل دولت سے نہیں ہوں۔ میں تو ہر وقت اپنے اسلام کی تجدید کرتا رہتا ہوں۔ میں تو ابھی تک پکا مسلمان بھی نہیں ہوا ہوں۔''

زہد و اتقاء: زہد و اتقاء امام ابن تیمیہؒ کا خصوصی وصف تھا۔ ان کے عادات و اطوار کی اٹھان ہی تقویٰ پر ہوئی تھی تقویٰ ان کا امتیازی وصف تھا۔

ایثار و سخاوت: امام ابن تیمیہؒ کوئی مالدار آدمی نہیں تھے۔ تمام عمر مجرد رہے دارالحدیث السکریہ اور دارالحدیث الحنبلہ میں پڑھانے کی معمولی تنخواہ ملتی تھی۔ اس میں حسب استطاعت وہ غرباء و مساکین کی اعانت کرتے تھے۔

عبادت: امام ابن تیمیہؒ بہت عبادت کرنے والے تھے۔ ذکر و اذکار اور توبہ و استغفار بہت زیادہ کرتے تھے۔ فرائض و سنن اور نوافل کے پورے پابند تھے۔

عفو و درگزر: عفو و درگزر ان کا خاص وصف تھا۔ ان کی ساری زندگی ہنگاموں سے بھری پڑی ہے۔ ہمیشہ مخالفت کے طوفان اٹھتے تھے پھر ختم ہو جاتے تھے۔ ان کو مصائب و آلام کا نشانہ بنایا گیا' ان کو گالیاں دی گئیں' زدوکوب کیا گیا' ان کے خلاف قتل کی سازش ہوئی' ان کو کئی بار اسیر زنداں کیا گیا مگر انہوں نے کسی سے انتقام نہیں لیا۔ اپنے تمام مخالفین کو صدق دل سے معاف کر دیا۔

کشف و کرامت اور فراست: امام صاحب کی زندگی کے مستند واقعات اس کی شہادت دیتے ہیں کہ ان کے اندر کشف و کرامت اور فراست کی کیفیت کامل طور پر پائی جاتی تھی۔

تاتاری بادشاہ قازان نے ملک شام پر دو مرتبہ حملہ کیا۔ امام صاحب نے پہلے حملہ میں پیشین گوئی کی تھی کہ مسلمانوں کو شکست ہوگی جو صحیح ثابت ہوئی۔ دوسری مرتبہ فتح و کامرانی کی پیشین گوئی کی کہ جو صحیح ثابت ہوئی۔

اتباع وسنت: امام صاحب کے معاصرین نے شہادت دی ہے۔ کہ مقام رسالت کا جیسا ادب واحترام اور اتباع سنت کا جیسا اہتمام ابن تیمیہؒ کے یہاں دیکھا کسی اور کے ہاں نظر نہیں آیا۔

استغناء: استغناء میں اپنی مثال آپ تھے۔ پوری زندگی نہ کوئی عہدہ قبول کیا اور نہ کسی قسم کی مالی امداد وصول کی۔

سرعتِ تصنیف: سرعتِ تصنیف کا یہ حال تھا کہ ایک دن میں پوری ایک جلد لکھ ڈالتے تھے۔ رسالۃ الحمویہ ظہر وعصر کے درمیان ایک نشست میں لکھ دیا تھا۔

عبادت اور مشایعتِ جنازہ: بیماروں کی عیادت کرنا آپ کا معمول تھا۔ ہر نماز جنازہ میں شرکت کی کوشش کرتے۔ اگر کسی وجہ سے نماز جنازہ میں شرکت سے رہ جاتے تو اس کا افسوس ہوتا۔ (امام ابن تیمیہ" محمد یوسف کوکن ص ۵۸۹ تا ۶۰۰ حیات ابن تیمیہ" اردو ص ۱۶۳ تا ۱۷۱)

علم وفضل: علم وفضل کے اعتبار سے امام ابن تیمیہؒ یگانۂ عہد اور منفرد حیثیت کے حامل تھے۔ وہ اپنی قوت فہم، تبحر علمی، وسعتِ علم، ذوق مطالعہ اور تحقیق وتدقیق کے میدان میں اپنا کوئی حریف اور ثانی نہیں رکھتے تھے۔

علمائے اسلام نے ان کو شیخ الاسلام والا نام، بحر العلوم، سید الحفاظ، فرید عصر، علامۃ الزمان، ترجمان القرآن ناصر السنۃ، قاطع البدعۃ کے القاب سے یاد کیا ہے۔

امام ابن تیمیہؒ اپنے معاصرین کی نظر میں:

امام ابن تیمیہؒ کے علم وفضل اور بحر العلوم ہونے کا ان کے معاصرین نے اعتراف کیا ہے۔ ان کے معاصرین میں کئی ایک ان کے مخالف تھے۔ لیکن مخالف ہونے کے باوجود امام صاحب کے علم وفضل، تبحر علمی اور جلالت شان کے معترف تھے۔

ذیل میں آپ کے چند ایک معاصرین کی آراء نقل کی جاتی ہیں۔

ابن دقیق العید (م ۷۰۲ھ): اس شخص نے بلا کا حافظہ پایا ہے۔

پھر ایک دوسرے موقع پر فرمایا:

"میں جب ابن تیمیہؒ سے ملا تو میں نے انہیں ایسا آدمی پایا کہ تمام علوم اس کی نظر میں ہیں جس علم کو چاہتا ہے لے لیتا ہے اور جسے چاہتا ہے چھوڑ دیتا ہے۔"

حافظ ابن سید الناس (م ۷۳۴ھ):

''یہ شخص علوم وفنون کا جامع ہے سنن و آثار کا حافظ ہے۔''

علامہ کمال الدین الزملکانی (م ۷۲۷ھ):

''امام ابن تیمیہؒ علوم شرعیہ کے علاوہ دوسرے علوم وفنون میں ایسی کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ کہ ان علوم وفنون کے ماہرین کو حیران وششدر کردیتے تھے۔'' (حیات ابن تیمیہؒ ص ۱۷۴ تا ۱۷۷)

حافظ ابوالحجاج مزی (م ۷۴۲ھ):

''میں نے ان کا کوئی ثانی نہیں دیکھا۔ اور نہ انہوں نے اپنا کوئی ہمتا پایا اور میں نے کسی کو بھی ان سے بڑھ کر کتاب وسنت کا عالم اور ان کا پیروکار نہیں پایا۔'' (امام ابن تیمیہؒ از کوکن ص ۶۰۷)

تصانیف: شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی عمر ۱۷ سال تھی جب انہوں نے قلم سنبھالا اور ۴۵ سال تک ان کا قلم رواں دواں رہا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو غیر معمولی حافظہ اور محیر العقول ذکاوت سے نوازا تھا۔ سرعت تحریر کا یہ عالم تھا کہ ایک نشست میں ۷۰ صفحات تک لکھنا ان کا روزانہ کا معمول تھا۔ امام صاحب کی تصانیف منفرد خصوصیات کی حامل تھیں۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی (۱۹۹۹ء) لکھتے ہیں:

''ابن تیمیہؒ کی تصنیفات کچھ منفرد خصوصیات رکھتی ہیں۔ جو اس عصر کی عام تصنیفات سے ان کو نمایاں طور پر ممتاز کرتی ہیں اور جس کا نتیجہ یہ ہے کہ کئی صدیاں گزر جانے کے بعد اور بڑے اہم علمی اور ذہنی انقلابات کے باوجود ابھی تک نئی نسل کے دل ودماغ کو متاثر کرتی ہیں اور اسی کا نتیجہ ہے کہ اس عقلیت پسند اور جدت طلب دور میں وہ از سرنو مقبول ہو رہی ہیں۔'' (تاریخ دعوت وعزیمت ج ۲ ص ۱۵۶)

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف (م ۱۹۸۷ء) لکھتے ہیں:

''امام صاحب کی تصانیف کی مختلف نوعیتیں ہیں۔ بعض تصانیف کسی کتاب کی شرح یا تعلیق کی صورت میں مستقل حیثیت رکھتی ہیں۔ یا ''قاعدہ'' اور ''فصل'' کے عنوان سے کسی مسئلہ کی تحقیق مستقلاً لکھ ڈالی

ہے۔ بعض کتابیں مخالفین اسلام یا مخالف حق فرقوں کی کتابوں کے جواب میں لکھی گئیں۔ بعض مکتوبات و مراسلات کی شکل میں تھیں جو وقتاً فوقتاً لوگوں کو لکھے گئے۔ لیکن عظیم اکثریت سوالوں کے جوابات اور فتاویٰ کی تھی۔ جن میں تفسیر' اصول تفسیر' حدیث و اصول حدیث عقائد' کلام' بہمہ اقسام' تصوف اور اخلاق' فقہ و اصول فقہ' مسائل و مباحث وغیرہ شامل ہیں۔ مختصر سے مختصر بھی اور طویل سے طویل بھی۔ (حیات ابن تیمیہؒ ص ۸۰۴)

امام صاحب کی تصانیف کی خصوصیات:

مولانا سید ابوالحسن ندویؒ نے اپنی کتاب "تاریخ دعوت و عزیمت" جلد دوم میں صفحہ ۱۵۶ تا ۱۶۱ امام صاحب کی تصانیف کی خصوصیات پر ایک بہترین مقالہ تحریر کیا ہے۔ اس مقالہ کا اختصار پیش خدمت ہے۔ مولانا ندوی مرحوم لکھتے ہیں: کہ

(۱) ابن تیمیہؒ کی ہر تصنیف کے مطالعہ سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ اس کتاب کا مصنف مقاصد شریعت کا راز داں ہے۔

(۲) ابن تیمیہؒ کی ہر کتاب کے مطالعہ سے اس کے زمانہ تصنیف کا تعین ہوتا ہے۔

(۳) ابن تیمیہؒ کی ہر کتاب کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو کتاب کا موضوع ہے۔ اس پر اتنا مواد مہیا کرتے ہیں کہ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد کسی دوسری کتاب کے مطالعہ کی بہت کم ضرورت پیش آتی ہے۔

ان کی ہر کتاب ایک دائرۃ المعارف کی حیثیت رکھتی ہے اور طالب علم کو بہت سی کتابوں سے مستغنی کر دیتی ہے۔

(۴) ابن تیمیہؒ کی تصانیف میں سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ان میں خشکی نہیں ہے۔ سلاست' عربیت اور ادبیت کی بہتات ہے۔

تصانیف کی تعداد: امام ابن تیمیہؒ کا شمار ان ائمہ کرام میں ہوتا ہے جنہوں نے بہت زیادہ کتابیں لکھیں اور ہر موضوع پر قلم اٹھایا۔ مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ نے امام صاحب کی تصانیف کی تعداد ۵۹۱ بتائی ہے اور ڈاکٹر غلام جیلانی برق مرحوم نے ۳۸۵ بتائی ہے۔

مولانا عطا اللہ حنیفؒ:

تفسیر	۱۰۲	اصول فقہ ومتعلقاتہ	۲۸
احادیث	۴۱	عقائد وکلام	۱۲۶
فقہ وفتاویٰ	۱۳۸	اخلاق، زہد اور تصوف	۷۸
فلسفہ ومنطق پر نقد وجرح	۱۷	متفرقات	۵۴
مکاتیب	۷	میزان	۵۹۱

(حیات ابن تیمیہؒ ص ۷۹۸ تا ۸۳۴)

ڈاکٹر غلام جیلانی برقؒ:

تفسیر	۸۰	اخلاق وتصوف	۶۰
حدیث	۴۰	تردید فلسفہ ومنطق	۱۰
فقہ	۱۲۰	متفرق	۳۵
اصول فقہ	۲۰	میزان	۳۸۵
عقائد وکلام	۴۰		

(امام ابن تیمیہؒ ص ۱۲۹ تا ۱۵۸)

مشہور تصانیف: امام صاحب کی تصانیف کی مکمل فہرست درج کرنا مشکل ہے۔ تاہم آپ کی چند مشہور تصانیف کے نام ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:

۱۔ مقدمہ فی اصول تفسیر
۲۔ رسالہ فی تفسیر قولہ لا الہ الا انت سبحنک انی کنت من الظالمین۔
۳۔ شرح حدیث انما الاعمال بالنیات
۴۔ شرح حدیث لا تسبوا الدھر
۵۔ الاختیارات العلمیہ
۶۔ شرح العمدہ (۴ جلد)
۷۔ مسودہ فی اصول الفقہ
۸۔ اتباع الرسول لصحیح العقول
۹۔ عقیدہ الحمویہ الکبریٰ
۱۰۔ الوصیۃ الصغریٰ
۱۱۔ منہاج السنۃ النبویہ فی نقض کلام الشیعۃ والقدریہ
۱۲۔ الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح

۱۳۔ الصارم المسلول علی شاتم الرسول ۱۴۔ اقتضاء الصراط المستقیم فی الرد علی اصحاب الجحیم

۱۵۔ کتاب النبوات ۱۶۔ الفرقان بین الاولیاء الشیطان واولیاالرحمان

۱۷۔ کتاب الرد علی المنطقیین ۱۸۔ الوصیۃ الکبریٰ

امام ابن تیمیہؒ کی تین جلیل القدر تصانیف:

امام ابن تیمیہؒ کی تین کتابیں بہت زیادہ مشہور ہیں اور ان کا علمی دنیا میں بہت زیادہ مرتبہ ومقام ہے۔ اہل علم نے ان کتابوں کی بہت زیادہ تعریف کی ہے۔

تین کتابیں یہ ہیں:

(۱) کتاب الرد علی المنطقیین

(۲) الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح

(۳) منہاج السنۃ النبویہ فی نقض کلام الشیعہ والقدریہ

(۱) کتاب الرد علی المنطقیین: اس کتاب میں امام ابن تیمیہؒ نے ایک طرف فلسفہ ومنطق کی تردید کی ہے اور اس کے ساتھ صوفیا پر تنقید کی ہے۔ فلسفہ ومنطق اور علم کلام پر تنقید کر کے کتاب وسنت کی برتری ثابت کی ہے۔

امام صاحب نے اپنی اس کتاب میں منطق ومتکلمین کے غلط اصولوں کی تردید کی ہے۔ اور اس کے ساتھ متکلمین کے اس دعویٰ کو غلط ثابت کیا ہے جس میں انہوں نے قرآن مجید کو اصل سمیات قرار دیا ہے۔ امام صاحب نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ ائمہ متکلمین وفلاسفہ کے دلائل کے مقابلہ میں قرآن مجید کے دلائل زیادہ سچے' کامل' بلیغ اور موثر ہیں۔

امام ابن تیمیہؒ نے جو کتابیں فلسفہ ومنطق اور علم کلام کی تردید میں لکھیں ان میں فلاسفہ' متکلمین اور منطقیین پر سخت تنقید کی ہے۔ شیخ بوعلی سینا' امام غزالی' امام رازی' شیخ شہاب الدین سہروردی' ابن عربی اور ابن سبعین کو جابجا مطعون کیا ہے۔

کتاب الرد علی المنطقیین ۱۳۶۸ھ/ ۱۹۴۹ء میں بمبئی سے شائع ہوئی صفحات ۶۵۰۔

ابتداء میں علامہ سید سلیمان ندوی (م ۱۹۵۳ء) کا ایک جامع مقدمہ بھی ہے۔

(۲) الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح:

امام ابن تیمیہؒ کے زمانہ میں مصر و شام میں یہودی اور عیسائی آباد تھے۔ جن میں اکثر کی مادری زبان عربی ہو گئی تھی۔ یہ دونوں (یہودی و عیسائی) اپنے اپنے مدرسوں میں توراۃ اور انجیل کی تعلیم دیتے تھے۔ یہودیوں کے مقابلہ میں عیسائیوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اور عیسائی پادری یہودیوں کے مقابلہ میں اپنے مذہب کی زیادہ تبلیغ کرتے تھے اور اس کے ساتھ ملک کی سلامتی میں بھی دخل اندازی کرتے رہتے تھے۔ اس کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ ۶۵۸ھ میں جب تاتاری دمشق میں فاتحانہ داخل ہوئے تو عیسائیوں نے شہر سے نکل کر ان کا استقبال کیا تھا اور ان کو تحائف بھی پیش کئے۔

عیسائی پادری ایک طرف اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے تھے اور دوسری طرف مذہب اسلام پر بے جا قسم کے اعتراضات بھی کرتے رہتے تھے۔ علمائے اسلام ان کے اعتراضات کا جواب دیتے تھے۔

امام ابن تیمیہؒ کو "الجواب الصحیح" لکھنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی۔ کہ قبرص کے عیسائیوں کی طرف سے ایک کتاب دمشق پہنچی جس میں عقلی و نقلی حیثیت سے مسیحیت کا اثبات کیا گیا تھا اور مسیحی عقائد کو عقلاً و نقلاً ثابت کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ اس کتاب میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی تھی کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت عمومی نہیں۔ آپ ﷺ صرف عربوں کے لئے معبوث ہوئے تھے اور مسیحی آپ ﷺ پر ایمان لانے کے مکلف نہیں ہیں۔

اس کتاب کا جواب وہی شخص دے سکتا تھا جس کو فلسفہ اور علم کلام پر عبور حاصل ہو اور اس کے ساتھ عہد عتیق اور عہد جدید پر اس کی وسیع نظر ہو۔ اس لحاظ سے اس عصر میں ابن تیمیہؒ سے زیادہ موزوں اور کون ہو سکتا تھا۔ چنانچہ آپ نے چار جلدوں میں "الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح" کے نام سے جواب دیا۔ امام صاحب نے اس کتاب میں صرف مدافعت اور صفائی پیش کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ مسیحیت کی بنیادوں پر حملہ بھی کیا اور نبوت محمدی کو ثابت کرنے کے لئے دلائل دیے اس کو ایک منصف مزاج اور معقولیت پسند انسان تسلیم کرنے پر مجبور ہے۔

شیخ ابو زہرہ مصری (م ۱۳۸۰ھ) اس کتاب کے بارے میں فرماتے ہیں:

''امام ابن تیمیہؒ کی مناظرانہ تصنیف میں یہ کتاب سب سے زیادہ ٹھنڈی اور پرسکون ہے یہ کتاب تنہا ان کو باعمل علما مجاہد ائمہ اور غیر فانی مفکرین کا مرتبہ دلانے کے لئے کافی ہے۔'' (حیات ابن تیمیہؒ ص ۷۵۶)

یہ کتاب چار جلدوں میں ۱۳۲۲ھ میں شائع ہوئی۔

(۳) منہاج السنۃ النبویہ فی نقض کلام الشیعۃ والقدریہ:

امام ابن تیمیہؒ کی شیعہ مذہب کی تردید میں یہ ایک لاجواب کتاب ہے۔ یہ کتاب ایک شیعہ مصنف ''ابن المطہر الحلی'' کی کتاب ''منہاج الکرامہ فی معرفۃ الامامۃ'' کے جواب میں ہے جس میں اس نے اثبات شیعت و امامت و ردسنیت و خلافت پر بحث کی ہے اور اس کے ساتھ اس کتاب میں شیعہ مصنف نے حضرت علی بن ابی طالب اور اہل بیت کی امامت و عصمت کا ثبوت اور خلفائے ثلاثہ کی تردید اور ان کے بعد کے بعد صحابہ کرامؓ کے مطاعن پر مشتمل تھی۔

شیعہ مصنف نے اپنی اس کتاب میں علم کلام' عقائد' فلسفہ' تفسیر' حدیث' تاریخ اور آثار کے بکثرت مباحث پر روشنی ڈالی تھی۔ اس لئے اس کتاب کا جواب وہی شخص دے سکتا تھا جس کو ان تمام علوم پر عبور کامل ہو۔ چنانچہ علمائے اہل سنت نے امام ابن تیمیہؒ سے درخواست کی کہ وہ اس کتاب کا جواب لکھیں۔

چنانچہ امام صاحب نے ''منہاج الکرامہ فی معرفۃ الامامۃ'' کا جواب ''منہاج السنۃ النبویہ فی نقض کلام الشیعہ والقدریہ'' کے نام سے دیا یہ کتاب امام ابن تیمیہؒ کی تصانیف میں امتیازی شان رکھتی ہے۔ بقول مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مرحوم کہ:

''ابن تیمیہ کے علمی تبحر' وسعت نظر' حاضر دماغی' حفظ و استحضار پختگی اور اتقان اور ذہانت و طباعی کا اگر صحیح نمونہ دیکھنا ہو تو اس کتاب کو دیکھنا چاہیے۔'' (تاریخ دعوت و عزیمت ج ۲ ص ۳۱۲)

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف (م ۱۹۸۷ء) اس کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں:

علامہ حلی کی اس کتاب کو شیعہ وہی حیثیت دیتے تھے جو عیسائیوں نے اپنی کتاب کو دے رکھی تھی کہ لاجواب سمجھ کر رفض اور عیسائیت کو فروغ دینے کے لئے ان کتابوں کا پروپیگنڈا کرتے

تھے۔امام صاحب نے الجواب الصحیح کی طرح منہاج السنۃ کو بھی اس جوش اور زور سے لکھا کہ بحمد اللہ آج تک لاجواب ہے۔حلی صاحب نے شیعی ممسکات اور معتزلہ کے عقلی مغالطات کا مغلوبہ بنا دیا تھا۔حضرت امام نے ہر ہر چیز پر پوری تفصیل وتحقیق سے بحث کی ہے۔

ع ذکر اس پری وش کا اور پھر بیان اپنا

"مختصر یہ کہ منہاج السنۃ حضرت امام کی تمام خصوصیات کی مظہر ہے۔اور بیسیوں مباحث نقلیہ وعقلیہ پر مشتمل منہاج میں بھی حسب معمول استطر اری اور خالص عقلی مباحث بکثرت آ گئے تھے۔بنا بریں اس کا فائدہ عام کرنے کے لئے اس کے دو اختصار عمل میں لائے گئے تھے۔

(حیات ابن تیمیہؒ ص ۸۲۳۔۸۲۴)

منہاج السنۃ چار جلدوں میں مجموعی صفحات ۱۲۱۴-۱۳۲۲ھ میں شیخ المصطفیٰ البابي حلبی کے زیر اہتمام مطبعہ امیریہ مصر سے شائع ہوئی۔پاکستان میں المکتبہ السلفیہ لاہور نے اس کتاب کو بڑی آب وتاب سے شائع کیا ہے اور حاشیہ پر ابن مطہر الحلی کی منہاج الکرامہ بھی شائع کر دی ہے۔منہاج السنۃ کے دو اختصار شائع ہو چکے ہیں۔

ایک اختصار امام ابن تیمیہؒ کے تلمیذ رشید حافظ شمس الدین ذہبی (م ۷۴۸ھ) نے "المنتقی من منہاج الاعتدال فی نقض کلام اہل الرفض والاعتدال" کے نام سے کیا۔جو استاد محب الدین خطیب کی بہترین تعلیقات کے ساتھ ۱۳۷۴ھ میں شائع ہوا۔اس کا اردو ترجمہ پروفیسر غلام احمد حریری مرحوم نے کیا ہے۔جو ادارہ احیاء السنۃ گھر جاکھ گوجرانوالہ نے شائع کیا۔

دوسرا اختصار دو جلدوں میں حافظ صفی الدین عبد الرحمان عبد الحق بغدادی حنبلی (۷۳۹ھ) نے "الطالب الاحوال التقریر منہاج الاستقامۃ والاعتدال" کے نام سے کیا تھا۔منہاج السنۃ کی تصنیف پر سارے عالم اسلام نے حضرت امام ابن تیمیہؒ کو خراج تحسین ادا کیا۔

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردانِ رشید

- حافظ ابن قیّم رحمۃ اللہ علیہ
- حافظ ابن الہادی رحمۃ اللہ علیہ
- حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ
- حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ

تلامذہ

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ کے تلامذہ و مستقدین کی تعداد بہت زیادہ ہے۔امام صاحب کے تلامذہ کی سب سے نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ انہوں نے اپنے استاد کے فکری ترکہ کو قائم رکھا۔امام ابن تیمیہؒ کی تدریسی مدت نصف صدی کے قریب ہے۔اس لیے ان کے تلامذہ کا شمار ممکن نہیں ہے۔

امام صاحب کے تلامذہ کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ وہ بھی اپنے استاد کے ساتھ ہدف ستم بنتے رہے۔یہ لوگ جس طرح حلقہ درس میں استاد کے دامن سے چمٹے رہے۔اسی طرح دور ابتلاء میں بھی انہوں نے استاد کا دامن نہیں چھوڑا۔

یہاں امام ابن تیمیہؒ کے چار نامور شاگردوں کو پیش کیا جائے گا جنہوں نے اپنے استاد کے نام کو روشن کیا۔اور اپنی زبان اور قلم سے ان کے خاص خاص اصلاحی خیالات کا پرچار کیا۔ان میں:

- حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ
- حافظ ابن الہادی رحمۃ اللہ علیہ
- حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ
- حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ

نمایاں ہیں۔

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ

۶۹۱ھ......۷۵۱ھ

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ

"ایک آزاد مفکر، غور و فکر کے حامی اور کسی کی رائے کے مقلد نہ تھے۔ آپ کی حریت فکر و نظر کا یہ عالم تھا کہ وہ اپنے استاد محترم شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی رائے کو بھی خاطر میں نہ لاتے بشرطیکہ اس سے قوی تر بات حاشیۂ خیال میں آ جائے۔"

(پروفیسر عبدالعظیم عبدالسلام شرف الدین مصری)

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ (م ۷۲۸ھ) کے ارشد تلامذہ میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ انہیں ۱۶ سال تک امام صاحب کی مصاحبت کا شرف حاصل ہے۔

نام نسب اور ولادت: نام شمس الدین محمد، کنیت ابو عبداللہ، والد کا نام ابو بکر بن ایوب تھا۔ ۷ صفر ۶۹۱ھ کو دمشق میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ابو بکر بن ایوب مدرسہ جوزیہ دمشق کے قیم تھے اس لئے ابن قیم کہلائے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۱۴ ص ۲۳۴)

ابتدائی تعلیم: حافظ ابن قیمؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ بعد ازاں جملہ علوم اسلامیہ یعنی تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ، تاریخ رجال، ادب، لغت، معانی، بیان، عربیت اور صرف ونحو کی تعلیم اپنے وقت کے صاحب فن اساتذہ سے حاصل کی۔ جن میں ابو بکر بن عبدالدائم، عیسیٰ بن مطعم، ابن شیرازی، اسمٰعیل بن مکتوم، قاضی تقی الدین سلیمان، ابن ابی الفتح وغیرہ شامل ہیں۔ ''(۷۱۲ھ) میں آپ شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ کے حلقہ شاگردی میں آئے۔ اور ۷۲۸ھ (سن وفات ابن تیمیہؒ) تک یعنی ۱۶ سال آپ نے شیخ الاسلام سے اخذ واستفادہ کا سلسلہ جاری رکھا۔

حافظ ابن کثیر (م ۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:

> ''جب حافظ ابن تیمیہؒ ۷۱۲ھ میں مصر سے واپس آئے تو حافظ ابن قیمؒ نے ان کی ایسی صحبت و رفاقت اختیار کی کہ ان کے انتقال تک ساتھ نہ چھوڑا۔'' (البدایہ والنہایہ)

حافظ ابن قیمؒ نے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ سے بہت سے افکار ونظریات لئے۔ علمی مباحث میں آزادی فکر مسائل میں عدم تقلید آپ سے سیکھی صوفیہ، فلاسفہ اور عقیدۂ سلف سے بھٹکنے والوں کے خلاف جنگ کرنے میں اپنے استاد محترم کی روش پر گامزن رہے۔

(حیات ابن قیمؒ ص ۱۱۰)

درس و تدریس: حافظ ابن قیمؒ ایک وقت میں مدرس بھی تھے اور طالب علم بھی۔ شیخ الاسلام

ابن تیمیہؒ سے اخذ و استفادہ کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ اور اس کے ساتھ مدرسہ جوزیہ میں تدریس بھی فرماتے تھے۔ آپ کے تلامذہ کا شمار ممکن نہیں۔ درج ذیل علماء جو اپنے وقت میں یکتائے روزگار تھے۔ آپ کے حلقہ تلامذہ میں شامل تھے۔

(۱) حافظ ابن رجب مصنف طبقات الحنابلہ

(۲) شمس الدین محمد بن عبدالقادر النابلسی مصنف مختصر طبقات الحنابلہ لابی یعلیٰ

(۳) عبداللہ بن شمس الدین محمد (آپ کے فرزند) اور آپ کی وفات کے بعد مدرسہ جوزیہ کے قیمؒ مقرر ہوئے۔

(۴) حافظ ابن کثیر مصنف تفسیر ابن کثیر و البدایہ والنہایہ

(۵) حافظ ابن عبدالہادی۔ (حیات ابن قیمؒ ص ۱۱۱)

علمی مرتبہ: حافظ ابن قیمؒ کا علمی مرتبہ بہت بلند تھا۔ تمام علوم میں مہارت تامہ حاصل تھی اور تمام علوم اسلامیہ پر ان کی نگاہ گہری تھی۔ علم تفسیر میں ان کی ژرف نگاہی مسلم تھی۔

حافظ ذہبی (م ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

"حافظ ابن قیمؒ کو تفسیر، حدیث رجال کی طرف بڑی توجہ تھی۔ وہ فقہ کے مطالعہ میں ہی مشغول رہتے تھے۔ اور اس کے مسائل کو بڑی شرح وبسط سے لکھتے تھے۔ نحو کی تدریس، اصول فقہ اور اصول حدیث میں بھی اچھی مہارت تھی۔" (تذکرۃ الحفاظ ج ۴ ص ۱۴)

حافظ ابن رجب (م ۷۹۵ھ) لکھتے ہیں کہ:

"حافظ ابن قیمؒ کو تمام علوم اسلامیہ میں دخل تھا۔ لیکن تفسیر میں ان کی نظیر نہیں ملتی۔ اصول دین میں بھی وہ درجہ کمال کو پہنچے ہوئے تھے۔ حدیث، فقہ حدیث اور دقائق کے استنباط میں ان کا کوئی ہمسر نہیں تھا۔ علم سلوک اور اہل تصوف کے ارشادات و دقائق پر بھی وسیع نظر تھی۔ میں نے قرآن ولغت کے معانی اور حقائق ایمانی کا ان سے بڑا عالم نہیں پایا۔ وہ معصوم تو نہ تھے لیکن میں نے ان خصوصیات میں ان جیسا آدمی نہیں دیکھا۔"

(کاروان حدیث ص ۳۰۵)

خصائص: حافظ ابن قیمؒ گونا گوں خصائص کے مالک تھے۔ نرم مزاج اور قوی الخلق تھے۔ اور اپنے استاد شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ سے انہوں نے علم، اخلاص اور ایمان کی دولت حاصل کی تھی۔ لیکن مزاج میں تیزی نہ تھی۔ حافظ ابن کثیر جوان کے مخلص دوست، رفیق درس اور شاگرد تھے۔ بیان کرتے ہیں:

> "حافظ ابن قیمؒ بڑی خوبیوں کے آدمی تھے۔ محبت سب سے حسد کسی سے بھی نہیں۔ نہ کبھی کسی کے درپے آزاد ہوئے نہ کسی کی عیب چینی کی۔ میں اکثر ان کے ساتھ رہا۔ وہ مجھ سے محبت کا برتاؤ کرتے تھے۔ مجھے نہیں معلوم کہ ہمارے زمانہ میں کوئی شخص ان سے زیادہ عبادت گزار رہا ہو۔ ان کی نماز بڑی طویل ہوتی تھی رکوع اور سجود خاصے لمبے ہوتے تھے۔ بہت سے دوست اور ساتھی اس پر کبھی کبھی انہیں ملامت بھی کرتے تھے۔ لیکن انہوں نے کبھی جواب نہ دیا۔ نہ اس معمول کو ترک کیا۔"
>
> (البدایہ والنہایہ ج ۱۴ ص ۲۳۵)

حافظ ابن کثیرؒ ان کے علمی مرتبہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

> "ابن قیمؒ نے حدیث کی سماعت کی۔ اور زندگی کا بڑا حصہ علمی مشغلہ میں بسر کیا۔ انہیں متعدد علوم میں کمال حاصل تھا۔ خاص طور پر علم تفسیر اور حدیث وغیرہ میں غیر معمولی دستگاہ کے حامل تھے۔"

مولانا محمد یوسف کوکن عمریؒ لکھتے ہیں:

> "حافظ ابن قیمؒ اپنی مذہبی شدت کے باوجود نہایت خلیق اور متواضع تھے۔ ان میں اپنے استاد شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی سی حدت اور شدت نہیں تھی۔ مخالفین کے ساتھ وہ اچھی طرح پیش آتے تھے۔ اس وصف میں وہ اپنے استاد سے بالکل ممتاز تھے۔ اس لئے مخالفین بھی ان کی قدر و منزلت کرتے تھے۔ (امام ابن تیمیہؒ ص ۶۵۹)

زہد و عبادت: حافظ ابن قیمؒ زہد و عبادت میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔ دن رات درس و تدریس، ذکر و اذکار، تلاوت قرآن مجید میں بسر کرتے تھے۔ تواضع انکسار اور حسن خلق میں ممتاز مقام کے

حامل تھے۔ حافظ ابن رجب (م ۷۹۵ھ) لکھتے ہیں:

''حافظ ابن کثیر کثیر العبادات اور بڑے شب بیدار تھے ان کی نماز بڑی طویل ہوتی تھی۔ وہ ہر وقت ذکر و مشاغل میں لگے رہتے اور ان میں محبت الٰہی اور انابت کی ایک خاص کیفیت تھی۔ ان کے چہرے پر بارگاہِ خداوندی کی طرف سے فقر و احتیاج اور عجز و انکساری کا نور نظر آتا تھا۔ اس کیفیت میں بھی ان کو منفرد پایا۔'' (کاروان حدیث ص ۳۰۶)

ابتلاء و آزمائش: حافظ ابن قیمؒ اپنے استاد شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی طرح ابتلاء و آزمائش اور مجاہدات کی منازل سے گزرے۔ ان کو بہت ایذائیں دی گئیں۔ مصائب و آلام کا شکار ہوئے۔ اونٹ پر سوار کر کے شہر میں تشہیر کی گئی۔ درے مارے گئے اور اپنے استاد امام ابن تیمیہؒ کے ساتھ جیل بھی گئے۔ آپ کا جرم یہ تھا۔ کہ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قبر کی زیارت کے لئے شد رحالی کے قائل نہ تھے۔ حافظ ابن قیمؒ کی رہائی اس وقت عمل میں آئی جب جیل میں امام ابن تیمیہؒ کا انتقال ہوا۔

پروفیسر ابوزہرہ مصری لکھتے ہیں:

''جب امام ابن تیمیہؒ کو طلاق اور شد رحال کے بارے میں فتووں کی بنا پر آخری مرتبہ قید کیا گیا۔ تو آپ کے بعض شاگردوں کو بھی نشانہ ستم بنایا گیا۔ آپ کے بعض شاگردوں کو بھی سزا دی گئی۔ بعض بھاگ نکلے اور بعض کو عرصہ دراز تک قید و بند کی صعوبتوں میں ڈال دیا گیا۔ حافظ ابن قیمؒ اسی گروہ میں شامل تھے۔ آپ کے سوا دوسرے شاگردوں کو رہائی ملی۔ لیکن ابن قیمؒ ابن تیمیہؒ کے انتقال پر رہا ہوئے۔'' (حیات ابن تیمیہؒ ص ۵۲۶)

مولانا محمد یوسف کوکن عمریؒ لکھتے ہیں:

''حافظ موصوف مدرسہ صدریہ میں درس دیتے تھے اور مدرسہ جوزیہ کی مسجد میں امامت کرتے تھے۔ درس و تدریس اور امامت کے بعد جو وقت بچتا تھا۔ اس کو تصنیف و تالیف میں صرف کرتے تھے۔ طلاق' زیارت قبور اور وحدۃ الوجود اور صفات باری کے مسئلوں میں ان کا نقطہ نظر وہی تھا جو ان

کے استاد کا تھا۔اس کی وجہ سے ان کو بسا اوقات تکلیفیں اٹھانا پڑی تھیں۔"

(امام ابن تیمیہؒ ص ٦٥٨)

امام ابن تیمیہؒ کی جانشینی: حافظ ابن قیمؒ امام ابن تیمیہؒ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ ١٦ سال آپ نے استاد کی صحبت میں گزارے۔جیل میں بھی آپ کے ساتھی رہے۔اس لئے آپ صحیح طور پر علوم ابن تیمیہؒ کے حامل' مرتب اور ناشر تھے۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

"ابن قیمؒ نے امام ابن تیمیہؒ سے علم حاصل کیا۔دن رات طلب علم کی دھن تھی۔ لہٰذا متعدد علوم وفنون میں وہ یگانہ روزگار بن گئے۔" (البدایہ والنہایہ)

پروفیسر ابوزہرہ مصریؒ لکھتے ہیں:

"ابن قیمؒ صحیح معنوں میں علم ابن تیمیہؒ کے حامل تھے۔آپ نے استاد کے علم کو بڑھانے' پھیلانے اور اس کی توسیع اور اشاعت میں غیر معمولی حصہ لیا۔اسی کی طرف انہوں نے دعوت دی۔اسی کی جانب سے دفاع کیا اور اس کی تائید کے لئے تحقیق و تنقیح کی پوری کوشش کی۔جس چیز کی نشرو اشاعت پر انہوں نے زیادہ توجہ دی وہ فقہ ابن تیمیہؒ تھی۔مسئلہ طلاق پر انہوں نے ابن تیمیہؒ کے افکار و آراء کی خوب پشت پناہی کی۔ابن قیمؒ ہر لحاظ سے ابن تیمیہؒ کے وفادار جانشین تھے۔آپ نے اپنے استاد کے طرز نگارش کو اپنایا۔اور آپ نے اپنے استاد کے فتاویٰ اور اصول کی پوری حمایت کی۔" (حیات ابن تیمیہؒ ص ٥٢٦)

حافظ ابن قیمؒ کا مسلک: حافظ ابن قیمؒ تقلید شخصی کے خلاف تھے۔مسلک میں آپ کا میلان اپنے استاد (امام ابن تیمیہؒ) کی طرح امام احمد بن حنبلؒ کی طرف تھا۔اصول اور عقائد میں حنبلی المذہب تھے۔لیکن فروع میں آزاد تھے۔

علامہ عبدالحئی بن العماد (م ١٠٨٩ھ) نے آپ کو مجتہد مطلق لکھا ہے۔اجتہاد کی تمام شرائط آپ میں پوری تھیں۔اس لئے آپ کو کسی امام کی تقلید کی ضرورت نہ تھی۔لیکن بایں ہمہ آپ نے تمام عمر کسی مسئلہ میں بھی شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ سے اختلاف نہیں کیا۔بلکہ تائید و حمایت میں اپنی

عمر بسر کردی۔

پروفیسر ابوزہرہ مصریؒ لکھتے ہیں:

"حافظ ابن قیمؒ اپنے استاد کے بعد تحریر، مجادلہ اور مناظرہ کے اعتبار سے اپنے شیخ کے علمی ترکہ کے وارث تھے۔ آپ نے ابن تیمیہؒ کے جملہ علوم کی تحصیل و تکمیل اور نشر و اشاعت کی۔ آپ نے ابن تیمیہؒ کے اقوال کی تائید و حمایت کی اور لوگوں کو ان میں غور و فکر کرنے کی دعوت دی۔ طلاق کے مسئلہ میں انہوں نے ابن تیمیہؒ کے عقیدہ کی تصدیق کی اور فتاویٰ ابن تیمیہؒ کی حمایت میں عبارات تحریر کیں۔ بعینہٖ آپ نے اصول فقہ ابن تیمیہؒ کی تدوین کی۔ (حیات ابن تیمیہؒ ص ۵۲۶)

تدریس و تصنیف: حافظ ابن قیمؒ کافی عرصہ تک مدرسہ جوزیہ میں درس کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ اور اس کے ساتھ مدرسہ جوزیہ کی امامت بھی ان کے سپرد تھی۔ جو وقت بچتا وہ تصنیف و تالیف میں بسر ہوتا۔ حافظ ابن قیمؒ کو کتابوں کی خریداری کا بڑا شغف تھا۔ اور اس شوق کا نتیجہ تھا کہ آپ نے کتابوں کا ایک بہت بڑا ذخیرہ جمع کر لیا تھا۔

پروفیسر عبدالعظیم عبدالسلام شرف الدین مصری نے اپنی کتاب حیات ابن قیمؒ میں حافظ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) کا یہ قول نقل کیا ہے:

"حافظ ابن قیمؒ کو کتب اندوزی کا بے پناہ شوق تھا۔ چنانچہ لاتعداد کتابیں جمع کیں اور آپ کی اولاد آپ کی وفات کے بعد مدتوں انہیں فروخت کرتی رہی۔" (حیات ابن قیمؒ ص ۱۱۱)

وفات: حافظ ابن قیمؒ نے ۲۳ رجب ۷۵۱ھ چہار شنبہ کے دن انتقال کیا اور باب الصغیر کے قبرستان (دمشق) میں دفن ہوئے۔ (تاریخ دعوت و عزیمت ج ۲ ص ۲۸۱)

حافظ ابن قیمؒ کی علمی خدمات: حافظ ابن قیمؒ کی تصانیف کا تذکرہ کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ ان کی امتیازی خصوصیات کا ذکر کیا جائے۔ عام طور پر یہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ جس مصنف کی تصانیف کی تعداد زیادہ ہو اس میں تحقیق و تدقیق کا پہلو نہیں ہوتا۔ مگر حافظ ابن قیمؒ کی تصانیف میں یہ چیز نہیں ہے۔ ان میں کمیت کے ساتھ کیفیت کی بھی کمی نہیں۔

مشہور علوم متداولہ پر آپ کی کئی کتابیں ہیں اور ایک ایک کتاب کئی جلدوں میں ہے۔ آپ نے ہر کتاب کو پورے دلائل کے ساتھ لکھا ہے۔ قرآن مجید میں آیات میں تدبر' احادیث اور روایات پر کامل غور' دلائل کی ترتیب' زور بیان اور زبان میں ادب کی چاشنی ان کی تصنیفات میں موجود ہے۔

علم حدیث اور لغت کے متعلق ایسے دقائق بیان کئے ہیں جو مطولات میں نہیں تھے۔ مختصر عبارت میں طویل مطالب اور اس کے ضمن میں دیگر فوائد جو ایک صاحب ذوق کو فریفتہ کر دیں آپ کی خاص خوبی ہے۔ آپ کے نظریات و تصورات براہ راست کتاب و سنت سے کشید ہوئے۔ اور ان میں عربیت کا صحیح ذوق رچا ہوا ہے۔

آپ کی جملہ تصانیف فی الحقیقت تفقہ فی الدین کا خزانہ ہیں۔ جن کو اس خزانہ کی چابی ہاتھ آ گئی وہ دولت سے مالا مال ہو گئے۔ آپ نے اپنی تصانیف میں اطلاقات کتاب و سنت' انوار مشکوٰۃ نبوت' افکار و تصورات صحابہ کرام ﷺ اور ائمہ تابعین کا جہاں کہیں علوم موضوعہ اور فنون مخترعہ سے تصادم ہوا۔ وہاں ہر جگہ کتاب و سنت کی حمایت میں ڈٹ کر مقابلہ کیا اور کتاب و سنت کے پرچم کو سرنگوں نہیں ہونے دیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا ذوق' دینی بصیرت اور دین اسلام میں ڈوبا ہوا اور سمویا ہوا ذہن عطا فرمایا تھا کہ فلسفۂ یونان اور عقل ورائے کے نئے نئے انداز و اسلوب جدید معانی و معارف اور ادبی و فنی قواعد کتاب و سنت کے مقابلہ میں قطعاً اثر انداز نہ ہو سکے۔ بلکہ آپ نے تمام علوم و فنون کو کتاب و سنت کی تصریحات سے ہم آہنگ کیا۔

حافظ ابن قیمؒ کی تصانیف کے بارے میں علمائے کرام کے تاثرات:

حافظ ابن قیمؒ کی تصانیف گوناگوں خصائص کی حامل تھیں۔ علمائے کرام نے ان کے بارے میں عمدہ تاثرات کا اظہار کیا ہے۔ پروفیسر ابوزہرہ مصریؒ لکھتے ہیں:

> ''حافظ ابن قیمؒ نے بہت علمی ذخیرہ چھوڑا ہے۔ جو ایک طرف تو ان کے استاد ابن تیمیہؒ کے علم کا خلاصہ ہے دوسری طرف استاد کی تحقیقات کے نتائج واثرات اور تعریفات و توجیہات ہیں۔'' (حیات ابن تیمیہؒ ص ۵۲۶)

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ مرحوم لکھتے ہیں:

> ''حافظ ابن قیمؒ کی تصنیفات حسن ترتیب اور تالیفی سلیقہ میں اپنے شیخ

ابن تیمیہؒ کی تصنیفات سے بھی ممتاز ہیں۔ اس کے علاوہ ان کی کتابوں میں تصوف کی حلاوت' عبارت کی سلاست اور دل آویزی زیادہ پائی جاتی ہے۔ یہ غالباً ان کے مزاج کا نتیجہ ہے۔ جس میں جلال سے زیادہ جمال ہے۔" (تاریخ دعوت وعزیمت ج ۲ ص ۳۸۰)

مولانا محمد یوسف کوکن عمر لکھتے ہیں:

حافظ ابن قیمؒ کی تقریر اور تحریر دونوں مرتب' مربوط اور حشو و زوائد سے پاک ہوتی تھی۔ اور ان کی اور امام ابن تیمیہؒ کی تصنیفات میں سب سے بڑا فرق یہ ہے کہ حافظ ابن قیمؒ کی تصنیفات میں تکرار نہیں ہوتی تھی۔ ابن تیمیہؒ کی تصانیف کا یہ حال نہیں ہے۔ اس کی ایک خاص وجہ یہ ہے کہ امام ابن تیمیہؒ کو حافظ ابن قیمؒ کی طرح سکون اور اطمینان سے لکھنا نصیب نہ ہوا وہ جو کچھ لکھتے تھے قلم برداشتہ ہو کر لکھتے تھے۔ وہ تھوڑے سے وقت میں مضامین اور خیالات کا ایک دریا بہا دیتے تھے۔ اور اس میں اکثر ضمنی باتوں کو تفصیل کے ساتھ بیان کر دیتے تھے۔ ان دونوں کی تصانیف پڑھنے سے صاف اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا علم بہت وسیع اور گہرا تھا۔ اور ان کی تحقیق و تدقیق بہت زبردست تھی۔" (امام ابن تیمیہؒ ص ۵۵۹)

تصانیف: حافظ ابن قیمؒ کی تصانیف کی ایک طویل فہرست علامہ عبدالحئی بن العماد نے اپنی کتاب "شذرات الذہب" میں درج کی ہے اس کے علاوہ حافظ صاحب کی کتاب "اغاثۃ اللفہان من مصائد الشیطان" میں بھی درج ہے اس فہرست کا بیشتر حصہ حافظ ابن رجب کی کتاب "ذیل طبقات الحنابلہ" سے ماخوذ ہے۔

حافظ ابن قیمؒ جملہ علوم اسلامیہ پر کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ اس لئے آپ نے تمام علوم اسلامیہ یعنی تفسیر' حدیث' فقہ الحدیث' اصول فقہ' تاریخ' ادب و شعر' سیر' انساب اور علم کلام وغیرہ موضوعات پر بڑے سے زیادہ بہترین اور عمدہ علمی و تحقیقی کتابیں تصنیف کیں۔

تصانیف کی فہرست: راقم نے حافظ صاحب کی تصانیف کی فہرست:

مولانا محمد یوسف کوکن عمری کی کتاب "امام ابن تیمیہؒ"

پروفیسر ابو زہرہ مصریؒ مرحوم کی کتاب "حیات ابن تیمیہؒ"

پروفیسر عبدالعظیم عبدالسلام شرف الدین کی ''حیات ابن قیمؒ''
اور مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی کتاب ''تاریخ دعوت وعزیمت'' جلد دوم سے مرتب
کی ہے۔

(۱) اجتماع الجیوش الاسلامیہ (مطبوعہ)
(۲) اخبار النساء
(۳) اغاثۃ اللھفان من مصائد الشیطان (مطبوعہ)
(۴) اعلام الموقعین عن رب العالمین (مطبوعہ)
(۵) بدائع الفوائد (مطبوعہ)
(۶) التحفۃ المکیہ
(۷) تفسیر معوذتین (مطبوعہ)
(۸) تہذیب مختصر سنن ابی داؤد (مطبوعہ)
(۹) جلاء الافہام فی الصلوٰۃ والسلام خیر الانام (مطبوعہ)
(۱۰) الجواب الکافی (الداء والدواء) (مطبوعہ)
(۱۱) حادی الارواح الی بلاد الارواح (مطبوعہ)
(۱۲) کتاب الروح (مطبوعہ)
(۱۳) روضۃ المحبین ونزہۃ المشتاقین (مطبوعہ)
(۱۴) زاد المسافرین
(۱۵) زاد المعاد فی ہدی خیر العباد (مطبوعہ)
(۱۶) شفاء العلیل فی مسائل القضاء والقدر والحکمۃ والتعلیل (مطبوعہ)
(۱۷) الصراط المستقیم فی احکام اھل الجحیم
(۱۸) الصواعق المرسلۃ علی الجھمیۃ المعطلۃ (مطبوعہ)
(۱۹) الطرق الحکمیۃ فی السیاسۃ الشرعیہ (مطبوعہ)
(۲۰) طریق الھجرتین وباب السعادتین (مطبوعہ)
(۲۱) عدۃ الصابرین وذخیرۃ الشاکرین (مطبوعہ)

(۲۲) الفتح القدسی

(۲۳) الفوائد

(۲۴) الکلم الطیب والعمل الصالح

(۲۵) مدارج السالکین فی شرح منازل السائرین (مطبوعہ)

(۲۶) مفتاح دار السعادۃ

(۲۷) نفحۃ الارواح وتحفۃ الارواح

(۲۸) الکافیہ الشافیہ فی الانتصار للفرقۃ الناجیہ

(۲۹) ہدایۃ الحیاریٰ من الیہود والنصاریٰ (مطبوعہ)

(۳۰) الوابل الصیب من الکلم الطیب (مطبوعہ)

(۳۱) الطب النبوی

(۳۲) کتاب الصلوٰۃ

حافظ ابن قیمؒ کی چار مشہور کتابوں کا مختصر تعارف:

حافظ ابن قیمؒ کی تمام تصانیف ایک امتیازی حیثیت کی حامل ہیں یہاں آپ کی چار مشہور تصانیف کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے۔

(۱) اعلام الموقعین عن رب العالمین

(۲) زاد المعاد فی ہدی خیر العباد

(۳) شفاء العلیل فی مسائل القضاء والقدر والحکمۃ والتعلیل

(۴) مدارج السالکین فی شرح منازل السائرین

(۱) اعلام الموقعین عن رب العالمین: حافظ ابن قیمؒ کی یہ کتاب ان کی مشہور کتابوں میں ہے اور چار جلدوں میں ہے۔ اس کا شمار آپ کی بہترین اور عمدہ کتابوں میں ہوتا ہے یہ فقہاء واہل فتویٰ وحدیث سے اشتغال رکھنے والوں کے لئے معلومات کا گرانقدر خزانہ ہے۔

اس کتاب میں حافظ ابن قیمؒ نے مسائل شرعیہ پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور مختلف فقہی مسالک کے جو مسائل خلاف حدیث ہیں ان کی قلعی کھولی ہے۔ اس کے ساتھ فقہ وحدیث کا فرق بیان کیا ہے۔ جلد ۴ میں ۱۲۰۰ اصحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے استفتاء جمع کئے ہیں۔ علمائے اسلام نے اس

کتاب کی بہت تعرف وتوصیف کی ہے اور اس کو بنظر استحسان دیکھا ہے۔

اعلام الموقعین کا اردو ترجمہ مشہور اہلحدیث عالم مولانا محمد بن ابراہیم جونا گڑھی (۱۳۶۰ھ) ایڈیٹر اخبار محمدی دہلی نے "دین محمدی" کے نام سے کیا۔ اور ۱۹۳۵ء میں دہلی سے شائع ہوا۔ صفحات کی تعداد ایک ہزار تھی۔ جب اس کا اشتہار اخبار محمدی دہلی میں شائع ہوا۔ اور مولانا ابوالکلام آزاد (م ۱۹۵۸ء) کی نظر سے گزرا تو مولانا آزاد مرحوم نے مولانا محمد جونا گڑھی کو لکھا:

جبی فی اللہ............السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے حافظ ابن قیمؒ کی اعلام الموقعین کا اردو ترجمہ کیا ہے۔ مجھے اس خبر سے نہایت خوشی ہوئی ہے عرصہ دراز سے میں نے بعض عزیزوں کو جو ترجمہ کے کام سے دلچسپی رکھتے ہیں اس کام پر لگایا تھا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور شیخ الاسلام ابن قیمؒ کی مصنفات کو اردو میں منتقل کریں۔ چنانچہ منتخب کتابوں میں اعلام بھی تھی۔ لیکن کتاب ضخیم ہے۔ اس لئے اس کی نوبت نہ آئی مختصرات شائع ہوگئیں۔ اب آپ اس طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ تو میں کہوں گا کہ آپ نے ایک نہایت موزوں کتاب ترجمہ کے لئے منتخب کی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو مزید توفیق کار عطا فرمائے۔ مباحث فقہ وحدیث میں متاخرین کا کافی ذخیرہ موجود ہے۔ لیکن اس سے بہتر اور اصح کوئی کتاب نہیں۔ اسے اردو میں ترجمہ کر دینا اس گوشے کی تمام ضروریات بیک وقت پوری کر دینا ہے۔ خصوصیت کے ساتھ اس کی ضرورت انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ کے لئے ہے۔ اس طبقہ میں بہت سے لوگ مذہبی ذوق سے آشنا ہو چکے ہیں۔ لیکن صحیح مسلک کی خبر نہیں رکھتے۔ اور عربی سے ناآشنا ہونے کی وجہ سے براہِ راست مطالعہ نہیں کر سکتے۔ اگر اعلام اردو میں شائع ہوگئی تو ان کی فہم بصیرت کے لئے کافی مواد مہیا ہو جائے گا۔ میں نہایت خوش ہوں گا اگر اس ترجمہ کی اشاعت میں کچھ مدد دے سکوں۔ ابوالکلام اکان اللہ لہٗ از کلکتہ

اعلام الموقعین جب اردو میں شائع ہوئی۔ تو مولانا محمد جونا گڑھی نے اس کا ایک نسخہ مولانا ابوالکلام آزاد کو بھیجا۔ تو مولانا نے مولانا جونا گڑھی کو لکھا۔

جبی فی اللہ............السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اعلام الموقعین کا ترجمہ دیکھ کر نہایت خوشی ہوئی۔ مباحث فقہ حدیث اور حکمت تشریع اسلامی میں متاخرین کی کوئی کتاب اس درجہ محققانہ اور قانع نہیں ہے جس درجہ یہ کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے کہ اس مفید دینی خدمت پر متوجہ ہوئے۔ میں ان تمام لوگوں کو جو مذہبی معلومات کا شوق رکھتے ہیں اور اصل عربی کا مطالعہ نہیں کر سکتے مشورہ دوں گا کہ اس کتاب کا مطالعہ ضرور کریں۔ چونکہ اسلام کے اندرونی مذاہب و مشارب کی پیچیدگیوں سے عموماً مسلمان باخبر نہیں ہیں اس لئے بسا اوقات ان کا مذہبی شغف غلط راہوں میں ضائع ہو جاتا ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ ان پر واضح کر دے گا کہ حکمت و دانش کی حقیقی راہ کن لوگوں کی راہ ہے۔ متبعین کتاب و سنت کی یا اصحاب جدال و خلاف کی۔ خود صاحب اعلام اپنے قصیدہ نونیہ میں کیا خوب فرما گئے ہیں۔

العلم قال الله رسوله
قال صحابتهم اولو العرفان
ما العلم نصبك للخلاف جهالة
بين النبي وبين رأي فلان

(یعنی علم دین وہی ہے جو قرآن و حدیث میں ہے جو معرفت خداوندی میں ڈوبے ہوئے فیضان صحبت رسول کریم ﷺ کے فیض یافتہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زبان سے ظاہر ہوا ہے۔ کسی کی رائے کو سنت و حدیث سے ٹکرانا رائے کے غلبے کے لئے دلائل قائم کرنا' جہالت کا ثبوت دیتے ہوئے رائے کے جھنڈے کا خلاف حدیث بلند کرنے کا نام علم دین نہیں)

ضرورت تھی کہ اس کتاب کا ترجمہ کتاب کی شکل میں شائع کیا جاتا۔ موجودہ صورت حال کا یہ نہایت افسوس ناک منظر ہے۔ کہ اس طرح کی قیمتی اور ضروری خدمات پر اہل خیر و استطاعت کو توجہ نہیں۔ امید ہے کہ بہت جلد ایسے حالات فراہم ہو جائیں گے کہ آپ اس کا دوسرا ایڈیشن شائع کر سکیں۔ یہ بھی آپ نے خوب کیا کہ حافظ عماد الدین بن کثیر کی تفسیر کا ترجمہ بھی شائع

کر دیا۔ متاخرین کے ذخیرہ تفسیر میں ہے یہ سب سے بہتر تفسیر ہے۔ امید ہے کہ اصحاب خیرو استطاعت اس کام میں بھی آپ سے مساعدومددگار ثابت ہوں گے۔

(ابوالکلام کان اللہ از کلکتہ ۶/۲/۳۶)

اعلام الموقعین کا اردو ترجمہ مولوی ابو یحییٰ امام خان نوشہروی (م ۱۹۶۶ء) نے بھی کیا تھا۔ لیکن وہ طبع نہیں ہوا۔ اعلام کے بعض ابواب کا ترجمہ جن کا تعلق تقلید اور بدعات سے ہے۔ مولوی ابوالبشیر مراد علی کٹھوروی سوہدروی (م ۱۹۶۸ء) نے بھی کیا۔ جو ''انوار السنۃ والرشاد'' کے نام سے ۱۹۳۷ء میں علی گڑھ سے شائع ہوا۔

مولانا محمد جونا گڑھی کا ترجمہ دوسری بار ۱۹۷۸ء میں ایک جلد میں کراچی سے شائع ہوا۔ جولائی ۱۹۹۹ء میں تیسری بار مکتبہ قدوسیہ لاہور نے دو جلدوں میں بڑی عمدہ طباعت سے شائع کیا ہے۔ اس کے صفحات کی مجموعی تعداد ۱۲۵۰ ہے۔

(۲) زاد المعاد فی ہدی خیر العباد: حافظ ابن قیم کی یہ مایہ ناز اور بلند پایہ تصنیف ہے۔ اور بیک وقت سیرت حدیث' فقہ' علم کلام اور تصوف و احسان کی کتاب ہے۔ عمل و اصلاح کے لئے احیاء العلوم (امام غزالیؒ) کے بعد شاید کوئی ایسی جامع کتاب نہیں لکھی گئی ہے۔ تحقیق و اسناد اور کتاب و سنت سے مطابقت کے لحاظ سے اس کو احیاء العلوم پر ترجیح حاصل ہے۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ لکھتے ہیں:

''ایسا معلوم ہوتا ہے کہ علامہ ابن قیمؒ نے ایک ایسی کتاب لکھنے کا ارادہ کیا ہے جو بڑی حد تک دینیات کے کتب خانہ کی قائم مقامی کر سکے۔ اور ایک مربی' مرشد اور فقیہ و محدث کا کام دے سکے۔ جن لوگوں پر حدیث کا ذوق غالب رہا ہے اور جن کو سنن و آداب نبوی کے اتباع کی حرص اور اہتمام رہا ہے ان کو اس کتاب سے بڑا شغف رہا ہے اور انہوں نے اس کو اپنا چراغ اور رفیق طریق اور زادِ سفر سمجھا ہے۔ (تاریخ دعوت و عزیمت ج ۲ ص ۳۰۱)

یہ چند مضامین جن کی واقفیت ہر اس شخص کے لئے ضروری ہے جن کو اپنے پیغمبر ﷺ کی سیرت اور آپ کے اخلاق و عادات سے واقف ہونے کا ذرا بھی اہتمام ہو۔ یہ ایسی حالت میں لکھے گئے ہیں' کہ دل تھکا ہوا ہے اور علم

کی پونجی قلیل ہے۔ اس تحریر کی نوبت قیام کے بجائے سفر کی حالت میں پیش آئی۔ ایسی حالت میں کہ قلب منتشر و پراگندہ' دل جمعی مفقود' کتابیں سے رجوع کیا جا سکے' ناپید اور ایسے اہل علم جنس سے علمی استفادہ کیا جا سکے نایاب ہیں۔ (زاد المعاد ج ا' ص ۱۵)

زاد المعاد کے مطالعہ سے ابن قیمؒ کے علمی تبحر اور علوم اسلامیہ پر ان کی ظرف نگاہی اور عبور کامل کا پتہ چلتا ہے۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ لکھتے ہیں:

"زادلمعاد میں حدیث کے متون و اسانید اور جال کی جو فصل ہے اور سیرت و تاریخ کے جزئیات اور مسائل و احکام میں جو محدثانہ وفقیہانہ کلام ہے اس سے ایک عام ناظر یہی اندازہ کر سکتا ہے کہ یہ کتاب ایک نہایت و سیع و عظیم الشان کتب خانہ میں بیٹھ کر لکھی گئی ہے۔ اگر یہ صحیح ہے کہ ساری کتاب حالت سفر میں لکھی گئی ہے تو یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اس کے مصنف کو علوم اسلامیہ بالخصوص حدیث وفقہ پر حیرت انگیز عبور حاصل تھا۔ اور علوم دینیہ کا کتب خانہ ان کے سینے میں محفوظ تھا اور وہ اپنی قوت حفظ و استحضار میں محدثین و متقدمین کی یادگار اور اپنے باکمال نادر روزگار استاد (شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ) کے صحیح جانشین ونمونہ تھے۔

(تاریخ دعوت وعزیمت ج ۲ ص ۳۸۴)

آگے چل کر مولانا علی میاں مرحوم لکھتے ہیں:

اس کتاب کا قابل تنقید پہلو صرف یہ ہے کہ اس میں سیرت' حدیث' فقہ' تاریخ' کلام' نحو' صرف اور تقریباً تمام علوم اسلامیہ مخلوط ہیں اور غالباً اس کتاب کی تالیف کے وقت ان پر ان کے شیخ (ابن تیمیہؒ) کی نسبت غالب تھی۔ اس لئے وہ ذرا سی نسبت سے کسی نحوی کلامی مسئلہ کو چھیڑ دیتے ہیں اور پھر پورے شرح وبسط کے ساتھ اس پر کلام کرتے ہیں۔ اگر اس میں سیرت و شمائل کو علیحدہ' مغازی و اہم واقعات کو علیحدہ' فقہ و احکام کو

علیحدہ، اور نحوی مباحث کو علیحدہ درج کر دیا جائے۔ تو اس سے استفادہ آسان ہو جائے۔ لیکن اس کے باوجود اسلام کی اہم تصنیفات میں سے ہے جو ایک پورے کتب خانہ کی قائم مقام ہو اور اس کا وجود ایک تبحر، محقق، کثیر الفنون عالم کی موجودگی کے مترادف ہے۔ اور اس سے ہزاروں طالبین راہ خدا اور متبعین سنت نے اپنی راہنمائی اور روحانی غذا اور ایمانی حلاوت پائی۔ (تاریخ دعوت وعزیمت ج ۲ ص ۴۰۱)

زاد المعاد ہندوستان میں سب سے پہلے ۱۲۹۸ھ میں ۹۲۶ صفحات پر مطبع نظامی کان پور سے شائع ہوئی۔ اور مصر سے ۱۳۲۴ھ میں ۹۲۶ صفحات پر شائع ہوئی۔ زاد المعاد کا اردو ترجمہ مولانا عبداللہ طارق دہلوی نے کیا ہے جو دہلی سے شائع ہو چکا ہے۔ سید رئیس احمد جعفری ندوی مرحوم نے بھی اس کا ترجمہ کیا جو نفیس اکیڈمی کراچی نے شائع کیا ہے۔

مولانا پروفیسر غلام احمد حریری (م ۱۴۱۰ھ) نے بھی زاد المعاد کا اردو ترجمہ کیا جو ابھی تک طبع نہیں ہوا۔ زاد المعاد کی تلخیص اور اس کا مختصر ترجمہ ابو زید مصری مرحوم نے اختصار ہدی الرسول" کے نام سے کیا اور اس کا اردو ترجمہ عبدالرزاق ملیح آبادی مرحوم نے "اسوۂ حسنہ" کے نام کیا۔ جو فروری ۱۹۲۴ء میں الہلال بک ایجنسی لاہور کے زیر اہتمام شائع ہوا۔ اس کا دوسرا ایڈیشن ستمبر ۱۹۳۲ء میں شائع ہوا جب کہ اسے تیسری بار ۱۹۷۹ء میں مجلس نشریات اسلام کراچی نے شائع کیا ہے۔

شفاء العلیل فی مسائل القضاء والقدر والحکمۃ والتعلیل:

حافظ ابن قیمؒ نے اس کتاب میں مسائل قضا و قدر کو قرآن و سنت کی روشنی میں تفصیل سے بیان کیا ہے اور اس کے ساتھ فرقہ جہمیہ، معتزلہ، قدریہ اور اشعریہ کے عقائد کی تردید کی ہے اور قرآن و سنت کی روشنی میں ان کے عقائد کا رد کیا ہے۔ آپ کی یہ کتاب بہترین علمی مباحث پر مشتمل ہے اور تمام علمی مباحث کو بہترین عمدہ پیرایہ میں حل کیا ہے۔ حافظ ابن قیمؒ نے اس کتاب میں مسئلہ افعال العباد پر قرآن و سنت کی روشنی میں تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ اور اس مسئلے میں فرقہ جہمیہ، قدریہ، معتزلہ اور اشعریہ کے جو عقائد ہیں ان کی دلائل سے تردید کی ہے۔ حافظ ابن قیمؒ مسئلہ افعال العباد میں اپنے شیخ (امام ابن تیمیہؒ) کے ہمنوا ہیں۔

مدارج السالکین فی شرح منازل السائرین:

حافظ ابن قیمؒ کی یہ کتاب تین جلدوں میں ہے۔ اس کتاب میں علم حقیقت اور علم شریعت کے اسرار و حکم بیان کئے گئے ہیں یہ ایک ایسی کتاب ہے۔ جس میں فکر حکیم، خلق قویم اور تدوین مسلک سلف کا سب کچھ موجود ہے۔

مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ لکھتے ہیں:

"مدارج السالکین میں علامہ ابن قیمؒ نے اپنے استاد شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے ملفوظات، معمولات اور تصوفی نکات عمدہ پیرایہ میں بیان فرمائے ہیں ہیں۔" (حیات ابن تیمیہؒ ص ۷۶۵)

مولانا ابوالحسن علی ندویؒ لکھتے ہیں:

"شیخ الاسلام عبداللہ انصاری کی منازل السائرین کی شرح ہے اور تصوف و سلوک کی بہترین کتابوں میں سے ہے۔ (تاریخ دعوت و عزیمت ج ۲ ص ۳۸۰)

مدارج السالکین میں حافظ ابن قیمؒ نے صوفیہ کے غلط اور خلاف شریعت عقائد پر عمدہ پیرایہ میں تنقید کی ہے۔

حافظ ابن قیمؒ لکھتے ہیں:

ایک صوفی سے جب یہ کہا گیا کہ نماز پڑھے تو اس نے جواب میں یہ شعر پڑھا۔

(ترجمہ) (ورد کا مطالبہ تو اس سے کیا جاتا ہے جو غافل ہو اس دل سے مطالبہ کرنے کی کیا حاجت ہے جو ہر وقت ورد و وظیفہ میں مشغول رہتا ہو۔)

حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں:

"جو شخص ساز گار حالات کے باوجود فرائض ادا کرنے کا قائل نہ ہو۔ وہ کافر اور دین سے خارج ہے جو سنت رسول ﷺ، نفع بخش علم، جہاد، امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور ایسے امور کو کسی مصلحت کے پیش نظر چھوڑ رہا ہو جس کا فائدہ دوسروں کو پہنچتا ہو وہ شخص دین میں ناقص ہے۔"

(مدارج السالکین ج ۳ ص ۷۰۔۷۱)

مدارج السالکین کا اردو ترجمہ پروفیسر طیب شاہین نے کیا ہے۔ اور فاروقی کتب خانہ

ملتان نے اس کو شائع کرنے کا اہتمام کیا ہے۔

اردو تراجم تصانیف ابن قیمؒ:

حافظ ابن قیمؒ کی درج ذیل کتابوں کے اردو تراجم ہو چکے ہیں۔

(۱) زاد المعاد فی ہدی خیر العباد
(۲) اعلام الموقعین عن رب العالمین
(۳) الطرق الحکمیہ فی سیاسۃ الشرعیہ
(۴) الوابل الصیب فی ذکر الکلم الطیب
(۵) تفسیر معوذتین
(۶) جلاء الافہام فی الصلوٰۃ علی خیر الانام
(۷) شفاء العلیل فی مسائل القضاء والقدر والحکمۃ والتعلیل
(۸) روضۃ المحبین ونزہۃ المشاقین
(۹) ہدایۃ الحیاریٰ من الیہود والنصاریٰ
(۱۰) مدارج السالکین شرح منازل السائرین

حافظ ابن عبدالہادی رحمۃ اللہ علیہ

۷۰۴ھ.....۷۴۴ھ

حافظ ابن عبد الہادی رحمۃ اللہ علیہ

میری جب بھی ان سے ملاقات ہوتی تو میں ان سے مسائل ادبیہ اور عربیت کے متعلق علمی سوالات کرتا تو وہ سیلاب کی طرح رواں ہو جاتے۔ (علامہ ذہبیؒ)

حافظ ابن عبدالہادی رحمۃ اللہ علیہ

ولادت: حافظ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد عبدالہادیؒ بن قدامہ مقدسی الحنبلی ۷۰۴ھ میں پیدا ہوئے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۱۴، ص ۲۱۱)

اساتذہ و تلامذہ: حافظ ابن عبدالہادیؒ نے اپنے دور کے نامور اساتذہ فن سے جملہ علوم اسلامیہ میں تحصیل کی اور تمام علوم میں کمال پیدا کیا۔ آپ نے حدیث کی تحصیل حافظ ابوالحجاج یوسف بن عبدالرحمٰن المزی (م ۷۴۲ھ) سے کی۔ اور دس سال تک حافظ المزی کی صحبت میں رہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خاص طور پر فنون حدیث و رجال میں اقران پر فائق تر ہو گئے اور ان فنون میں اس قدر مہارت حاصل کی کہ حافظ شمس الدین ذہبی (م ۷۴۸ھ) اور آپ کے استاد حافظ المزی آپ سے استفادہ کرتے تھے۔ (الدرر الکامنہ ج ۳، ص ۳۳۱)

حافظ ابن عبدالہادیؒ نے شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ سے بھی اکتساب فیض کیا۔ اور کافی عرصہ شیخ الاسلام کی صحبت رہے۔ ۷۲۱ھ میں آپ نے امام فخر الدین رازی (م ۶۰۶ھ) صاحب تفسیر کبیر کی کلامی کتاب "الاربعین" کا درس لیا اور امام ابن تیمیہؒ نے اس پر تعلیقات بھی لکھیں۔ (حیات ابن تیمیہؒ ص ۷۶۸)

فضل و کمال: حافظ ابن عبدالہادیؒ فن رجال اور علل حدیث میں خاص طور پر مہارت اور بصیرت رکھتے تھے۔ اصول حدیث، اصول فقہ اور علوم عربیت میں بھی کامل دستگاہ رکھتے تھے اور مذاہب اسلامیہ پر خاص طور پر تفقہ حاصل کیا تھا۔

حافظ ابن رجب بغدادی (م ۷۹۵ھ) لکھتے ہیں:

﴿ولازم الشيخ تقى الدين ابن تيميةؒ مدة وقراء عليه قطعة من الاربعين فى اصول الدين اللرازى﴾

(ترجمہ) (شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی صحبت میں عرصہ تک رہے اور ان سے امام رازی کی کتاب

الاربعین فی اصول الدین کا کچھ حصہ پڑھا۔ (بحوالہ تاریخ دعوت وعزیمت ج ۲ ص ۴۰۵))

حافظ ابن عبدالہادیؒ معاصرین کی نظر میں:

حافظ ابن عبدالہادیؒ کے جامع الکمالات اور صاحب علم وفضل ہونے اور ان کے علمی تبحر اور زہد وورع' تقویٰ وطہارت حفظ وضبط' عدالت وثقاہت' امانت و دیانت' ایمان ویقین' فہم و بصیرت' وسعت معلومات' ذوق مطالعہ وریاضت کا ان کے اساتذہ کرام اور ان کے معاصرین نے اعتراف کیا ہے۔

حافظ ابوالحجاج مزی (م ۷۴۲ ھ) فرماتے ہیں:

''جب کبھی ان سے ملنا ہوتا کوئی نہ کوئی فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ (الدرالکامنہ)

حافظ شمس الدین ذہبی (م ۷۴۸ ھ) لکھتے ہیں:

''وہ بڑے فقیہ' بہت اچھے قاری' محدث حافظ مبصر' نحوی' صاحب علوم فنون تھے۔ انہوں نے مجھ سے حدیث سنی اور کتابت کی اور میں نے بھی ان سے استفادہ کیا۔''

حافظ ابن کثیر (م ۷۷۴ ھ) لکھتے ہیں:

انہوں نے وہ علمی درجہ حاصل کیا جس تک بڑے بڑے معمر علماء واساتذہ عام طور پر نہیں پہنچے۔ حدیث' نحو صرف' فقہ' تفسیر' اصول فقہ' اصول حدیث' تاریخ' قرأت' تمام علوم میں ان کو کمال حاصل تھا۔ ان کے بہت سے مفید مجموعے اور تصنیفات ہیں۔ وہ اسمائے رجال وطرق حدیث کے بہت اچھے حافظ' جرح وتعدیل کے فن سے خوب واقف' علل حدیث کے مبصر اور اس کی بہت اچھی سمجھ رکھنے والے تھے۔

علما کے ساتھ بہت اچھے طریقہ پر علمی مذاکرہ کرتے۔ ذہن نہایت سلیم تھا۔ طریقہ سلف پر اللہ تعالیٰ نے ان کو استقامت عطا فرمائی تھی۔ اور کتاب وسنت کے اتباع کی توفیق دی تھی۔ اعمال صالحہ پر صبر وثبات سے قائم رہے۔ (تاریخ دعوت وعزیمت ج ۲ ص ۴۰۳)

وفات: حافظ ابن کثیرؒ بیان کرتے ہیں کہ حافظ ابن عبدالہادیؒ تین ماہ سل کے بخار اور پھوڑے

میں مبتلا رہنے کے بعد ۱۰ جمادی الاولی ۷۴۴ھ کو ۴۰ سال کی عمر میں انتقال کیا۔

ان کے والد نے مجھے بتایا کہ ان کی زبان پر آخری الفاظ جو جاری ہوئے وہ یہ تھے:

﴿اَشْھَدُاَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْھَدُاَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ﴾

(ان کے جنازہ میں شہر کے قضاۃ واعیان ومشاہیر علما اور حکام شریک ہوئے۔ جنازہ میں کثیر اژدہام تھا۔ اور ایک خاص طرح کی نورانیت اور رونق تھی (البدایہ والنہایہ))

تصانیف: حافظ ابن عبدالہادی نے ۴۰ سال کی عمر پائی۔ اور تھوڑی سی مدت میں آپ نے (۷۰) سے زائد علمی و تحقیقی اور جامع کتابیں تصنیف کیں۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ (م ۱۹۹۹ء) لکھتے ہیں:

''علامہ ابن عبدالہادی نے کم عمر پانے کے باوجود تصانیف کی ایک بڑی تعداد یادگار چھوڑی۔ جو ضخامت اور صفحات کی تعداد کے لحاظ سے بھی اہمیت رکھتی ہیں اور حسن تصنیف کے لحاظ سے بھی۔''

(تاریخ دعوت وعزیمت ج ۲ ص ۲۰۴)

آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں:

(۱) تنقیح تحقیق فی احادیث التعلیق

(۲) المحرر الاختصار الالمام

(۳) الصارم المنکی فی الرد علی السبکی

(۴) العقود الدریہ فی مناقب شیخ الاسلام احمد بن تیمیہؒ

(۵) الاحکام الکبریٰ (۷ جلد)

(۶) کتاب العمدۃ فی الحفاظ (۲ جلد)

(۷) تعلیقۃ للثقات (۲ جلد)

(۸) احادیث الصلوٰۃ علی النبی ﷺ

(۹) الاعلام فی ذکر مشائخ الائمۃ الاعلام اصحاب الکتب والسنۃ

(۱۰) تعلیق علی سنن البیہقی (۲ جلد)

(۱۱) المقتضی من تہذیب الکمال للمزی (۵ جلد)

(۱۲) منتخب من مسند الامام احمد بن حنبل (۲ جلد)

(۱۳) منتخب من البیہقی

(۱۴) منتخب من سنن ابی داوٗد

(۱۵) شرح الفیہ لابن مالک

(۱۶) الرد علی ابی حیان النحوی

(تاریخ دعوت وعزیمت ج ۲ص ۴۰۶)

چار مشہور تصانیف کا مختصر تعارف: حافظ ابن عبدالہادیؒ کی چار مشہور تصانیف کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔تنقیح، تحقیق فی احادیث التعلیق

حافظ ابن عبدالرحمٰن بن علی جوزی (م ۵۹۷ھ) نے "التحقیق فی احادیث التعلیق" کے نام سے ایک کتاب لکھی اور اس میں ان احادیث کو جمع کیا جن کا تعلق احکام سے تھا۔حافظ ابن عبدالہادیؒ نے اس پر تنقیح، تہذیب ترتیب اور مزید تحقیق کی۔

المحرر الاختصار الالمام: علامہ تقی الدین ابن دقیق العید (۷۰۲ھ) کی کتاب المام" فی احادیث ولاحکام" کا بہت عمدہ اختصار ہے یہ کتاب مطبوع ہے۔

الصارم المنکی فی الرد علی السبکی علامہ تقی الدین ابن سبکی (م ۷۷۱ھ) نے امام ابن تیمیہؒ کی تردید میں "شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام" کے نام سے ۹ فصلوں میں ایک رسالہ لکھا۔جس میں امام ابن تیمیہؒ کے مسئلہ زیارت قبر نبوی ﷺ پر تنقید کی تھی۔

حافظ ابن عبدالہادی نے "شفاء السقام" کی تردید میں "الصارم" لکھی۔اور محدثانہ نقطہ نظر سے بحث کی۔

علامہ خیر الدین نعمان بن محمود آلوسی (م ۱۳۱۴ھ) کتاب الصارم کے بارے میں لکھتے ہیں:

﴿هو كتاب يدل على كمال اطلاعه في الرجال وغزارة علمه﴾

(جلاء العینین بحوالہ حیات ابن تیمیہؒ ص ۷۶۹)

یہ کتاب منصف کی رجال میں وسعت نزاوران کے غراوت علم پر شاہد عمل ہے۔

علامہ سبکی کی کتاب ''شفاء السقام'' کے بارے میں مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری (۱۳۵۱) لکھتے ہیں:

مجھے سبکی کے رسالے میں کمزور روایات کے سوا کچھ نہیں ملا۔

(العرف الشذی' ص ۱۶۲)

حافظ ابن عبدالہادی کی کتاب ''الصارم المنکی فی الرد علی السبکی'' کے بارے میں ہیں:

حافظ ابن رجب (م ۷۹۵ھ)' حافظ ابن کثیر (م ۷۷۴ھ) حافظ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ)' حافظ محمد بن ابو بکر شافعی (م ۸۴۳ھ) اور محی السنۃ مولانا سید نواب صدیق حسن خاں (۱۳۰۷ھ) نے اپنی اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔

''الصارم المنکی'' ۱۳۱۹ھ میں مطبع خیریہ مصر سے ۲۲۸ صفحات پر شائع ہوئی۔ (حیات ابن تیمیہؒ ص ۷۶۹)

العقود الدریہ فی مناقب شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ:

اس کتاب میں حافظ ابن عبدالہادی نے امام ابن تیمیہؒ کے حالات و خصائص کے ساتھ ساتھ ان کی دعوت توحید وسنت کو ان کی تحریروں کی روشنی میں نمایاں کیا ہے اس کتاب کی تالیف کا ایک بڑا فائدہ ہوا کہ امام صاحب کی تحریریں بھی اس کتاب میں محفوظ ہوگئی ہیں۔

(حیات ابن تیمیہؒ ص ۷۶۹)

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ

۷۰۱ھ.....۷۷۴ھ

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ

پختہ کار فقیہ، محقق، محدث اور نقاد و مفسر ہیں اور مفید معلومات رکھتے ہیں۔ (حافظ ذہبیؒ)

فتویٰ، تدریس، مناظرہ، فقہ، تفسیر، اور نحو میں خاص دستگاہ تھی، رجال، علل حدیث میں نظر وسیع تھی۔ (ابوالحسن علی ندویؒ)

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ

حافظ ابن کثیر آٹھویں صدی ہجری کے نامور عالم اور مصنف تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات میں فضل و کمال اور جامعیت کے جملہ اوصاف جمع کر دیے تھے۔ تفسیر' حدیث' اصول' فقہ' تاریخ' انساب و رجال' ادب' معانی و بیان' لغت و عربیت' حتیٰ کہ شعر و سخن میں آپ کو مکمل دستگاہ حاصل تھی اور اکثر علوم میں ان کو تخصص کا درجہ حاصل تھا۔

نام وولادت: نام اسمٰعیل بن عمر بن کثیر' لقب عماد الدین اور کنیت ابوالفداء تھی ۷۰۱ھ میں شام کے قریہ مجیدل میں پیدا ہوئے۔ ۷۰۳ھ میں اپنے والد کے سایۂ عاطفت سے محروم ہو گئے اور ۷۰۷ھ میں اپنے برادر اکبر عبدالوہاب کے ساتھ دمشق آئے۔ اور یہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔

تحصیل علم: تعلیم کا آغاز اپنے برادر معظم علامہ کمال الدین عبدالوہاب سے کیا۔ اس کے بعد آپ نے مختلف علوم مختلف اساتذہ کرام سے پڑھے۔ آپ کے اساتذہ میں آپ کے برادر معظم عبدالوہاب کے علاوہ شیخ برہان الدین ابراہیم بن عبدالرحمان فزاری' شیخ کمال الدین بن قاضی شہبہؒ اور علامہ شمس الدین محمود بن عبدالرحمان صفہانیؒ شامل ہیں۔

حدیث کی تحصیل جن اساتذہ کرام سے کی ان کے نام یہ ہیں:

- علامہ عیسیٰ بن مطعم
- علامہ بہاؤ الدین قاسم بن عساکر (م ۷۲۳ھ)
- عفیف الدین اسحاق بن یحییٰ الآمدی (م ۷۲۵ھ)
- علامہ بدرالدین محمد بن ابراہیم المعروف ابن سویدی (م ۷۱۱ھ)
- علامہ ابن الرضی
- حافظ ذہبی (م ۷۴۸ھ)
- عماد الدین محمد بن شیرازی (م ۷۴۹ھ)

- علامہ حافظ جمال الدین بن یوسف عبدالرحمان مزی شافعی
- مصنف تہذیب الکمال (م ۷۴۲ھ)
- شیخ الاسلام تقی الدین ابوالعباس احمد بن عبدالحلیم بن تیمیہ حرانی (م ۷۲۸ھ)

لیکن ان تمام حضرات میں سب سے زیادہ استفادہ آپ نے حافظ مزی سے کیا۔ حافظ مزی نے خصوصی تعلق کی بنا پر اپنی صاحبزادی کا نکاح آپ سے کر دیا۔ اس وجہ سے آپ نے بہت زیادہ اکتساب فیض حافظ مزی سے کیا۔ اور مدت تک آپ کو حافظ مزی کی صحبت میں رہنے کا موقع ملا۔

حافظ ابن تیمیہؒ کی شاگردی: حافظ ابن کثیر شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی صحبت میں کافی عرصہ رہے اور ان سے مختلف علوم وفنون میں استفادہ کیا۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ سے بہت محبت وعقیدت تھی۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ حنبلی المذہب تھے اور حافظ ابن کثیر شافعی المذہب تھے۔ لیکن ابن تیمیہ کی تحقیقات عالیہ سے بہت متاثر تھے۔ مسائل طلاق وغیرہ کئی مسائل میں ابن تیمیہؒ کے ہمنوا تھے۔ جس کی بنا پر ان کو بھی بلاء ومحن اور لوگوں کی ایذا رسانی سے دوچار ہونا پڑا۔ آپ نے حافظ ابن تیمیہؒ سے خوب استفادہ کیا۔ **قراء علی شیخ الاسلام ابن تیمیة كثيرا و الازمه واحبهٗ وانتفع بعلومه۔** (حیات ابن تیمیہؒ ص ۷۷۰)

مولانا عطاء اللہ حنیفؒ (م ۱۹۸۷ء) لکھتے ہیں:

> ”اساتذہ میں سب سے زیادہ خصوصیت آپ کو حافظ ابوالحجاج مزی سے تھی۔ دوسرے درجہ امام ابن تیمیہؒ سے حافظ مزی نے قابل شاگرد کو اپنی لڑکی کا رشتہ بھی دے دیا تھا۔ مزی چونکہ امام ابن تیمیہؒ کے بہت گرویدہ اور ہم مسلک ہو گئے تھے غالباً اس وجہ سے حافظ ابن کثیر کا امام ابن تیمیہؒ سے تعلق خاطر ہی نہیں بسلسلہ تلمذ قائم ہو گیا اور خوب فیض حاصل کیا۔
>
> (حیات ابن تیمیہؒ ص ۷۷۰)

فضل وکمال: حافظ ابن کثیر کے جامع الکمالات ہونے کا ارباب سیر نے اعتراف کیا ہے۔ حافظ ذہبی (م ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں: ”وہ پختہ کار فقیہ، محقق، محدث اور نقاد ومفسر تھے اور مفید تصانیف رکھتے تھے۔“

علامہ عبدالحیٔ ابن العماد حنبلی (م ۱۰۸۹ھ) لکھتے ہیں:

''تاریخ' حدیث اور تفسیر جیسے علوم کی ریاست کا آپ پر خاتمہ ہے۔ احادیث کے رجال' جرح' تعدیل اور ان کی صحت و عدم صحت کے وہ بڑے واقف کار تھے۔ اور آپ کے معاصرین اور شیوخ تک کو اس بات کا اعتراف تھا۔''

حافظ ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

''بڑے حاضر العلم اور کثیر المحفوظات تھے۔ ان کی تصانیف ان کی زندگی ہی میں ملکوں میں پھیل گئی تھیں اور لوگوں نے ان کی وفات کے بعد بھی ان سے فائدہ اٹھایا۔''

علامہ محمد بن علی شوکانی (م ۱۲۵۰ھ) لکھتے ہیں:

''وہ فقہ' تفسیر اور نحو کے بڑے امام تھے۔ رجال اور علل حدیث پر ان کی گہری نظر تھی۔'' (کاروان حدیث ص ۳۲۲' ۳۲۳)

مشہور مورخ علامہ ابوالمحاسن جمال الدین یوسف بردی لکھتے ہیں: کہ

حدیث' تفسیر' فقہ اور عربیت میں ان کو بڑی معلومات تھی حافظ ابوالمحاسن حسینی فرماتے ہیں:

فقہ' تفسیر اور نحو میں ماہر تھے اور رجال و علل حدیث میں بڑی گہری نظر پیدا کی تھی۔ (تفسیر ابن کثیر اردو ج ۱ ص ۶)

حافظ ابن کثیر بڑے زاہد' عابد' ذاکر اور شگفتہ مزاج تھے۔ ان کی ساری زندگی درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں بسر ہوئی۔ حافظ ذہبی کی وفات (۷۴۸ھ) کے بعد مدرسہ ام صالح اور مدرسہ تنکزیہ کے شیخ الحدیث کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ طبیعت بڑی شگفتہ پائی تھی۔ شعرو سخن سے بھی دلچسپی رکھتے تھے۔ بڑے بذلہ سنج تھے۔ اور بڑا پرلطف مزاح کیا کرتے تھے۔

وفات: آخر عمر میں بینائی سے محروم ہوگئے۔ شعبان (۷۷۴ھ) میں ۷۳ سال کی عمر میں دمشق میں وفات پائی۔ اور مقبرہ الصوفیہ کے قبرستان میں اپنے استاد شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی قبر کے قریب دفن ہوئے۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۴ ص ۲۴)

تصانیف: حافظ ابن کثیر بلند پایہ مصنف تھے۔ آپ نے بہترین علمی و تحقیقی کتابیں یادگار چھوڑیں۔ آپ نے تفسیر' حدیث' سیرت اور تاریخ میں بہت عمدہ اور نفیس کتابیں لکھیں۔ مورخین نے آپ کی تصانیف کی افادیت اور ان کی قبولیت کا ذکر خاص طور پر کیا ہے۔ حافظ ذہبی نے ان کی تصانیف کو مفید قرار دیا ہے۔

حافظ ابن کثیرؒ کی تصانیف میں ایک خصوصیت خاص طور پر پائی جاتی ہے کہ ان میں بہت سے مسائل میں امام ابن تیمیہؒ کی ہمنوائی پائی جاتی ہے۔

مشہور اہلحدیث عالم اور محقق شہیر مولانا عطاء اللہ حنیف (م ۱۹۸۷ء) لکھتے ہیں:

"حافظ ابن کثیر کی تالیف میں بہت سے مسائل کی ابن تیمیہؒ سے ہمنوائی پائی جاتی ہے اور ان کے اصول تحقیق کی جھلک نمایاں ہے۔ تفسیر کے دیباچہ کا اکثر حصہ امام ابن تیمیہؒ کے مقدمہ اصول تفسیر سے ماخوذ ہے جن کو ساری تفسیر میں ملحوظ رکھا گیا ہے۔ بلکہ اگر یہ سمجھ لیا جائے تو شاید غلط نہ ہو کہ امام ابن تیمیہؒ کے بیان کردہ قرآن فہمی کے سادہ اور صحیح اصول کے مطابق بڑی حد تک مطابق اگر کوئی پوری تفسیر لکھی گئی ہے تو وہ حافظ ابن کثیر کی تفسیر ہے۔ اس لحاظ سے ابن تیمیہؒ کے تلامذہ میں سے یہ خصوصیت ابن کثیر کے حصے میں آئی۔" (حیات ابن تیمیہؒ ص ۷۷۰)

فہرست تصانیف: حافظ ابن کثیر کی تصانیف کے جو نام معلوم ہو سکتے ہیں۔ وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) تفسیر القرآن العظیم
(۲) البدایہ والنہایہ
(۳) التکمیل فی معرفۃ الثقات والضعفا والمجائیل
(۴) الہدی السنن فی احادیث المسانید والسنن (جامع المسانید)
(۵) طبقات الشافعیہ
(۶) مناقب الشافعی
(۷) تخریج احادیث ادلۃ التنبیہ
(۸) تخریج احادیث مختصر ابن حاجب

(۹) شرح صحیح بخاری
(۱۰) الاحکام الکبیر
(۱۱) اختصار علوم الحدیث
(۱۲) مسند الشیخین
(۱۳) السیرۃ النبویہ
(۱۴) الفصول اختصار سیرۃ الرسول
(۱۵) کتاب المقدمات
(۱۶) مختصر کتاب المدخل للبیہقی
(۱۷) الاجتہاد فی طلب الجہاد
(۱۸) فضائل القرآن
(۱۹) ترتیب مسند احمد بن حنبل معہ معجم طبرانی وزوائد مسند ابویعلٰی۔

مشہور تصانیف کا مختصر تعارف:

حافظ ابن کثیر کی پانچ مشہور تصانیف کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے۔

البدایہ والنہایہ: یہ فن تاریخ میں حافظ ابن کثیر کی مشہور تصنیف ہے۔اس میں ابتدائے کائنات سے لے کر آخرت تک کے احوال درج ہیں۔پہلے انبیائے کرام کا تذکرہ ہے۔پھر سیرت نبویہ کا بیان ہے اور اس کے بعد خلافت راشدہ سے لے کر اپنے عہد تک مفصل تاریخ لکھی ہے۔پھر اشراط الساعۃ اور احوال آخرت کا بیان ہے اس کتاب میں حافظ ابن کثیر نے کتاب وسنت کی تصریح پر اعتماد کیا ہے اور اسرائیلیات اور ضعیف روایات سے اجتناب کیا ہے۔

یہ کتاب ۱۴ جلدوں میں ہے۔۱۳۵۱ھ میں مصر سے شائع ہوئی اور سلطان عبدالعزیز بن عبدالرحمان آل سعود (م۱۹۵۶ء) نے اس کی طباعت کے اخراجات برداشت کئے اور علمائے کرام میں مفت تقسیم کی۔اس کا اردو ترجمہ ہو چکا ہے۔اور نفیس اکیڈمی کراچی نے شائع کیا ہے۔

اختصار علوم الحدیث: محی السنۃ مولانا سید نواب صدیق حسن خاں (۱۳۰۷ھ) نے اپنی کتاب ''منہج الوصول فی اصطلاح احادیث الرسول'' میں اس کا نام ''الباعث الحثیث علی علوم الحدیث'' لکھا ہے۔یہ کتاب حافظ ابن صلاح (م۶۴۳ھ) کی مشہور کتاب ''علوم الحدیث'' معروف بہ

مقدمہ ابن صلاح کا جو اصول حدیث میں ہے۔ اختصار ہے مصنف نے اس میں جا بجا اضافے کیے ہیں۔

الہدی والسنن فی احادیث المسانید والسنن:

یہ کتاب ''جامع المسانید'' کے نام سے مشہور ہے

حافظ ابن کثیر نے اس میں مسند احمد بن حنبل، مسند بزار، مسند ابی یعلی، مسند ابن ابی شیبہ اور صحاح ستہ کی روایات کو جمع کر کے ان کو ابواب پر مرتب کر دیا ہے۔

یہ کتاب ۳۸ جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔

السیرۃ النبویہ: حافظ ابن کثیر نے چار جلدوں میں آنحضرت ﷺ کی سیرت لکھی ہے۔ اس کا اردو ترجمہ مولانا ہدایت اللہ ندوی نے کیا ہے۔ اور مکتبہ قدوسیہ لاہور نے شائع کیا ہے۔

تفسیر القرآن العظیم المعروف تفسیر ابن کثیر:

حافظ ابن کثیر کو جس تصنیف کے ذریعہ شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی وہ آپ کی شہرۂ آفاق تفسیر ہے۔ یہ تفسیر آپ کی علمی تبحر وسعت مطالعہ اور بالغ نظری کا مکمل ثبوت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس تفسیر کو ہر زمانہ میں مقبولیت حاصل رہی اور علمائے کرام نے اس کو قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے۔

حافظ ابن کثیر شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے شاگرد تھے اور آپ امام ابن تیمیہؒ کی تحقیقات عالیہ سے بہت زیادہ متاثر تھے۔ اس لئے آپ نے اس تفسیر میں امام ابن تیمیہؒ کے رسالہ اصول تفسیر کو پیش نظر رکھا ہے اور تفسیر کے مقدمہ میں ابن تیمیہؒ کے رسالہ اصول تفسیر سے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے اور اس کے بیشتر علمی نکات اس رسالہ سے ماخوذ ہیں۔

حافظ ابن کثیر نے اس تفسیر میں سلف صالحین کے طریقہ کی پیروی کی ہے۔ آپ نے سب سے پہلے تفسیر القرآن بالقرآن کے اصول کے پیش نظر ایک آیت کی تفسیر اسی مضمون کی دوسری آیات کی روشنی میں کی ہے۔ اس کے بعد احادیث نبوی ﷺ کو نقل کیا ہے اور احادیث کی اسانید و رجال پر بھی سیر حاصل بحث کی ہے اور اس کے بعد حدیث نبویہ کے آثار صحابہ واقوال تابعین کو لاتے ہیں۔ حافظ ابن کثیر کا یہ ایک بہت بڑا علمی کارنامہ ہے۔

علمائے اسلام نے اس تفسیر کی بہت تعریف کی ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

﴿له تفسير الذي لم يؤلف مثله﴾

(اس طرز پر دوسری تفسیر نہیں لکھی گئی)

علامہ محمد بن شوکانی (م ۱۲۵۰ھ) فرماتے ہیں:

''تفسیر بالروایت میں یہ تفسیر سب سے زیادہ مفید ہے۔ اس میں جمع کیا اور خوب محفوظ کر دیا مذاہب نقل کئے حدیثیں لکھیں' آثار درج کئے' اور بہت ہی عمدہ اور نہایت نفیس کلام فرمایا۔'' (تفسیر ابن کثیر اردو ج ۱ ص ۸)

تفسیر قرآن کے سلسلہ میں سب سے صحیح اور محفوظ طریقہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی تفسیر قرآن مجید سے کی جائے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ سنت رسول ﷺ سے کی جائے۔ کیونکہ سنت سے قرآن مجید کی شرح' تفصیل' تعین اور توضیح ہوتی ہے۔ تیسرا طریقہ بھی ہے کہ قرآن مجید کی تفسیر اقوال صحابہ سے کی جائے۔ کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآن مجید سے سب سے زیادہ واقفیت رکھتے تھے۔ اور ان کے سامنے قرآن مجید نازل ہوا تھا۔ اور ان سب باتوں کے علاوہ فہم سلیم' علم صحیح اور عمل صالح سے بہرہ ور تھے۔ چوتھا طریقہ تفسیر کا اقوال تابعین سے ہے۔ کیونکہ یہ حضرات براہ راست اصحاب رسول ﷺ سے مستفید ہوئے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ قرآن مجید کے متعلق ان حضرات کی معلومات متاخرین سے بہر صورت زیادہ تھیں۔ یہ چاروں مرکزی بنیادی اصول ہیں۔ جن کا حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں التزام کیا ہے۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

''تفسیر ابن کثیر سے پہلے اہل منقول نے جو تفاسیر لکھیں ان میں محدثانہ احتیاط اور احادیث کے صحیح انتخاب کی بڑی کمی اور ضعیف و اسرائیلیات کی بڑی کثرت تھی۔ حافظ ابن کثیر ایک پختہ کار محدث تھے۔ انہوں نے محدثانہ طریق پر یہ تفسیر مرتب کی۔ اگرچہ وہ اس میں بلند پایہ محدثانہ معیار کو پورے طور پر قائم نہیں رکھ سکے۔ جس کی ان کی توقع تھی اور انہوں نے کسی قدر توسع سے کام لیا۔ مگر اس میں شبہ نہیں کہ موجودہ تفاسیر میں محدثانہ نقطہ نظر سے یہ تفسیر سب سے زیادہ قابل اعتماد و استفادہ ہے۔''

(تاریخ دعوت و عزیمت ج ۲ ص ۴۰۸)

برصغیر (پاک و ہند) میں تفسیر ابن کثیر سب سے پہلے امیر الملک والا جاہی مولانا سید نواب صدیق حسن خاں قنوجی رئیس بھوپال (م ۱۳۰۷ھ) نے ۲۰ ہزار روپے خرچ کر کے مصر سے

طبع کرائی۔ اور شائقین میں مفت تقسیم کی۔ (ہندوستان میں اہلحدیث کی علمی خدمات)

تفسیر ابن کثیرؒ کا اردو میں کئی علمائے اہلحدیث نے ترجمہ کیا۔

- مولانا حافظ ابراہیم آروی (م ۱۳۱۹ھ)
- مولانا محمد بن ابراہیم جونا گڑھی (م ۱۳۶۱ھ)
- مولانا محمد داؤد راغب رحمانی (م ۱۹۷۷ء)

مولانا محمد بن ابراہیم جونا گڑھی کا ترجمہ بنام ''تفسیر محمدی'' ۳۰ پاروں میں دہلی سے شائع ہوا۔ اس کے بعد نور محمد کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی نے شائع کیا۔ مگر اس پر مترجم کا نام نہیں لکھا۔ دوسری باری یہ تفسیر ''ابن کثیر اکیڈمی لاہور نے ۱۳۹۱ھ میں ۵ جلدوں میں شائع کی۔ تیسری بار مکتبہ اہلحدیث ٹرسٹ کورٹ روڈ کراچی نے ۳ جلدوں میں شائع کی۔ یہ اشاعت دہلی کی اشاعت کا فوٹو سٹیٹ ہے۔ چوتھی بار ۱۹۹۴ء میں مکتبہ قدوسیہ لاہور نے ۵ جلدوں میں شائع کی ہے۔ یہ اشاعت پہلی اشاعتوں سے بہت عمدہ اور نفیس ہے۔ اس میں ذیلی عنوانات بھی قائم کیے گئے ہیں۔ اور بعض مقامات پر زبان و بیان کی اصلاح بھی کی گئی ہے۔

مولانا محمد داؤد راغب رحمانی کا ترجمہ بنام ''الفضل الکبیر ترجمہ تفسیر ابن کثیر'' مکتبہ اہلحدیث ٹرسٹ کورٹ روڈ کراچی کے زیر اہتمام زیر طبع ہے۔

تفسیر ابن کثیر کا انگریزی ترجمہ مکتبہ دار السلام ریاض (سعودی عرب) نے شائع کردیا ہے۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ

۶۷۳ھ.....۷۴۸ھ

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ

"تصنیف و تالیف کا بہت اچھا ملکہ رکھتے تھے' فن قراۃ' فنون حدیث' عقائد سلف' زہد و اخلاق تاریخ اور تاریخ اسلامی پر کتابیں لکھیں۔ ان کی زندگی میں آپ کی تصانیف کو قبول عام حاصل ہو گیا۔ حدیث اور تاریخ میں ان کی مہارت مسلم تھی۔ (محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانیؒ)

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام تقی الدین ابوالعباس احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہؒ کے خاص تلامذہ میں حافظ ذہبیؒ بھی شامل ہیں۔

نام وولادت: شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد عثمان بن قایماز ترکمانی ذہبی ۶۷۳ھ میں دمشق میں پیدا ہوئے۔ آپ کے آباؤ اجداد نسلاً ترکمانی تھے۔ چونکہ پیشہ کے لحاظ سے سنار تھے اس لئے ذہبی کہلائے۔

تعلیم: جس دور میں حافظ ذہبی کی پیدائش ہوئی اس وقت سرزمین شام علوم وفنون کا مرکز بنی ہوئی تھی۔ چنانچہ آپ نے اولاً دمشق کے اساتذۂ فن سے تعلیم حاصل کی۔ ۱۸ برس کی عمر میں حدیث نبوی کی تحصیل میں مصروف ہوئے۔ اس سلسلہ میں حجاز اور مصر کا سفر بھی کیا۔ آپ نے جن اساتذہ سے حدیث کا سماع کیا۔ مؤرخین نے انکی تعداد ۱۳۰۰ بتائی ہے۔ حافظ ذہبی نے اپنے ۳۶ مشہور اساتذہ کا تذکرہ اپنی تصنیف "تذکرۃ الحفاظ" کے آخر میں کیا ہے جن سے آپ نے حدیث کا سماع کیا۔ ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

اساتذہ: (۱) حافظ ابوالحسین علی بن شیخ (م ۷۰۱ھ)

(۲) امام ابوالحسن علی بن مسعود بن نفیس موصلی (۷۰۴ھ)

(۳) محدث صفی الدین محمود بن ابوبکر (م ۷۲۳ھ)

(۴) امام شرف الدین احمد بن ابراہیم شافعی (م ۷۰۵ھ)

(۵) حافظ علم الدین ابومحمد قاسم بن محمد بن یوسف (۷۳۹ھ)

(۶) امام شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن ابوالفتح (۷۰۹ھ)

(۷) محدث شمس الدین محمد عبدالرحمان بن اسامہ (م ۷۰۸ھ)

(۸) امام مقری قطب الدین بن عبدالکریم بن عبدالنور حلبی (م ۷۳۵ھ)

(۹) علامہ ابو العلاء شمس الدین محمود بن ابو بکر بخاری (۷۰۰ھ)
(۱۰) امام شمس الدین محمد بن ابراہیم مہندس (م ۷۳۳ھ)
(۱۱) امام شیخ حرم فخر الدین بن محمد بن عثمان مصری (۷۱۳ھ)
(۱۲) حافظ فتح الدین ابو الفتح محمد بن سید الناس (م ۷۳۴ھ)
(۱۳) شیخ شہاب الدین ابو العباس احمد بن مظفر نابلسی (م ۷۵۰ھ)
(۱۴) علامہ علاؤ الدین علی بن مظفر بن ابراہیم کندی (م ۷۱۶ھ)
(۱۵) شیخ محدث نجم الدین اسمٰعیل بن ابراہیم انصاری (۷۰۳ھ)
(۱۶) شیخ امام شہاب الدین احمد بن نصر مصری (م ۶۹۵ھ)
(۱۷) شیخ امام محدث ضیاء الدین عیسیٰ بن یحییٰ سبتی (م ۶۹۶ھ)
(۱۸) شیخ امام شرف الدین حسن بن علی بن عیسیٰ (م ۶۹۹ھ)
(۱۹) امام ابو الحسن علی بن ابراہیم بن داؤد دمشقی (م ۷۲۴ھ)
(۲۰) امام محدث نجم الدین موسیٰ بن ابراہیم شعراوی (۷۰۲ھ)
(۲۱) امام شیخ شرف الدین یعقوب بن احمد بن الصابونی (۷۲۰ھ)
(۲۲) قاضی القضاۃ امام شمس الدین محمد بن مسلم بن مالک (۷۲۶ھ)
(۲۳) امام ابو الحسن علی بن محمد ترکی شافعی (م ۷۱۷ھ)
(۲۴) امام فخر الاسلام صدر الدین ابرہیم محمد بن مؤید خراسانی (م ۷۲۲ھ)
(۲۵) شیخ امام شمس الدین محمد بن محمد بن حسن مصری (م ۷۵۰ھ)
(۲۶) امام محدث محب الدین عبداللہ بن احمد مقدسی (م ۷۳۷ھ)
(۲۷) امام شیخ زین الدین عمر بن حسن بن عمر دمشقی (م ۷۲۶ھ)
(۲۸) امام شیخ فخر الدین عثمان بن بلبان مقاتلی (م ۷۱۷ھ)
(۲۹) شیخ فخر الدین بن عبدالرحمان بن محمد بن فخر بعلبکی (۷۳۲ھ)
(۳۰) قاضی القضاۃ امام تقی الدین علی بن عبدالکافی سبکی (م ۷۵۶ھ)
(۳۱) شیخ امام امین الدین محمد بن ابراہیم بن محمد الوانی (۷۳۵ھ)
(۳۲) امام محدث صلاح الدین ابو سعید خلیل بن کیکلدی (۷۶۱ھ)

(۳۳) امام شیخ بہاؤالدین ابو محمد عبداللہ محمد بن ابو بکر کی شافعی (ولادت ۶۹۴ھ)

(۳۴) امام محدث شیخ عمادالدین اسمٰعیل بن عمر بن کثیر شافعی (۷۷۴ھ)

(۳۵) امام محدث تقی الدین محمد بن سعدالدین بن سعد

(۳۶) امام شمس الدین محمد بن احمد بن عبدالہادی (م ۷۴۴ھ)

اساتذۂ خاص: امام شمس الدین ذہبی نے جن اساتذہ کرام سے بہت استفادہ کیا ان کے نام یہ ہیں:

(۱) علامہ ابوالحجاج مزی (۷۴۲ھ)

(۲) علامہ ابن دقیق العید (م ۷۰۲ھ)

(۳) شیخ الاسلام تقی الدین احمد بن عبدالحلیم بن تیمیہ (م ۷۲۸ھ)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کے حلقہ درس میں ۶۹۵ھ میں داخل ہوئے اور ان کی تحقیقات عالیہ سے استفادہ کیا۔

مولانا ابوالکلام آزاد (م ۱۹۵۸ء) لکھتے ہیں کہ

"حافظ ذہبی نے "معجم شیوخ" میں لکھا ہے کہ مسند احمد بن حنبل اور مصنفات قاضی ابویعلیٰ، ابن بطہ، ابن مندہ، وغیرھم اکابر حنابلہ اور بعض دیگر صحائف ستہ کی اجازت قرأۃ وسماع کے ساتھ میں نے ابن تیمیہؒ سے لی ہے۔ اس کے علاوہ خود امام موصوف کی تمام مصنفات کی اجازت واسناد بھی حاصل کی ہیں۔ الفیہ میں سب سے پہلے امام ابن تیمیہؒ کی اجازت جمیع مصنفات کے لئے درج کی ہے ان کا مشہور رسالہ "رفع الملام عن ائمۃ اعلام" ہے۔ اس کو اپنے قلم سے لکھا ہے۔ اس کے خاتمہ میں لکھتے ہیں۔ سمعت ہذا الکتاب علی مؤلفۃ شیخنا الامام۔" (تذکرہ، ص ۱۵۱ طبع اول)

فراغت تعلیم کے بعد: تحصیل سے فراغت کے بعد متعدد مدارس میں تدریس تعلیم کے فرائض انجام دیئے۔ مدرسہ امام صالح سے تدریس کا آغاز کیا اور اس کے شیخ الحدیث مقرر ہوئے۔ بعد ازاں دارالحدیث الظاہریہ پھر مدرسہ نفیسیہ اور آخر میں التنکیز یہ کے شیخ الحدیث رہے۔

تلامذہ: آپ سے بے شمار علماء وفضلاء نے استفادہ کیا۔ آپ کے مشہور تلامذہ میں سے:

(۱) قاضی القضاۃ تاج الدین ابونصر عبدالوہاب بن علی بن عبدالکافی السبکی (م ۷۷۱ھ)

(۲) علامہ شمس الدین ابوالمحاسن بن علی الحسینی (۷۶۵ھ)

(۳) قاضی جمال الدین ابوالطیب الحسینی بن علی السبکی (۷۵۵ھ)

(۴) علامہ ابوعبداللہ محمد بن مفلح الصالحی الحنبلی

(۵) صلاح الدین ابوالصفا خلیل بن ایبک شافعی (۷۶۴ھ)

(۶) قاضی القضاۃ موفق الدین ابومحمد عبداللہ بن محمد الجاوی الحنبلی (م ۷۶۹ھ)

علم و فضل: علم و فضل کے اعتبار سے امام ذہبی کا مرتبہ بہت بلند تھا۔ ان کے علم فضل اور جامع الکمالات ہونے کا اعتراف ان کے معاصرین اور ارباب سیر نے کیا ہے۔ حافظہ بہت قوی تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اس نعمت سے سرفراز کیا تھا اور اس نعمت کی بدولت تھوڑی ہی مدت میں حدیث و تاریخ پر مہارت حاصل ہو گئی۔

اخلاق و عادات: امام ذہبی عمدہ اخلاق و اوصاف کے حامل تھے۔ پورے عالم اسلام میں اپنے علم و فضل کی بنا پر احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ نہایت متواضع اور منکسر المزاج تھے۔ تقویٰ و طہارت سے بھی متصف تھے۔ بڑے عبادت گزار اور ذکر و اذکار کرنے والے تھے۔

حافظ ذہبی اور امام ابن تیمیہؒ: حافظ ذہبی امام ابن تیمیہؒ کے تلمیذ خاص تھے اور انہیں اپنے استاد سے بہت زیادہ محبت و عقیدت تھی۔ حافظ ذہبی نے اپنی والہانہ محبت اور عقیدت کی بنا پر امام ابن تیمیہؒ کا تذکرہ اپنی درج ذیل تصانیف میں کیا ہے۔

- تاریخ الاسلام
- المعجم الشیوخ الکبیر
- المعجم الشیوخ الاوسط
- المعجم الشیوخ الصغیر
- المعجم الشیوخ المختص بالمحدثین
- تذکرۃ الحفاظ

حافظ ذہبی امام ابن تیمیہؒ کے بارے میں فرماتے ہیں:

"ان کو صرف اللہ کی راہ میں مخالفین نے ایذائیں پہنچائیں اور خالص سنت بیان کرنے کی وجہ سے ان کو دھمکیاں دی گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے ابن تیمیہؒ کا وقار بلند کیا' اہل تقویٰ کو ان کی محبت پر جمع کر دیا اور ان کے دشمنوں کی سازشیں ناکام بنا دیں۔ عوام ان سے محبت کرتے تھے۔ کیونکہ

آپ اپنی زبان اور قلم سے ان کو نفع پہنچانے کے لئے ہر وقت رات دن مستعد رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حکام و امراء کے دلوں کو امام صاحب کی اطاعت و انقیاد پر مائل کر دیا تھا۔ ان کے باعث شام بلکہ عالم اسلام زندہ ہو گیا۔ ابن تیمیہؒ زہد و ورع، کمال فکر، سرعتِ ادراک اور خوف الٰہی اور حدود اللہ کی تعظیم میں شہرت رکھتے تھے۔ فضلائے عصر اور متصوفین پر ان کی تنقید عموماً درست ہے۔ لیکن محل نظر بھی اگر ہے تو جذبہ نفسانی سے نہیں بلکہ اجتہادی غلطی ہو سکتی ہے۔ امام ابن تیمیہؒ کا مستقل اصول یہ ہے کہ وہ غلطیوں میں لوگوں کو معذور سمجھتے ہیں۔ انہوں نے عقلی نظریوں کو خوب جانچا۔ متکلمین کے اقوال پہنچانے۔ پھر سب کے اغلاط کا رد کیا اور دلائل و براہین کی سنت کی تائید کی۔ (حیات ابن تیمیہؒ ص ۷۷۷۔۷۷۸)

حافظ ذہبی کی امام ابن تیمیہؒ سے محبت و عقیدت کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ انہوں نے فنون حدیث میں امام صاحب کو یگانہ عصر پایا تھا۔ چنانچہ اپنی کتاب تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں:

''ابن تیمیہؒ رجال، جرح و تعدیل، طبقات رواۃ۔ عالی منازل، صحیح و سقیم کی معرفت میں پوری مہارت رکھتے تھے۔ حفظ متون میں اپنی نظیر آپ تھے۔ ان کے عہد میں اس پائے کا کیا ان کے قریب قریب بھی کوئی شخص نہیں تھا۔ احادیث کے استحضار پر ان سے استدلال و استخراج میں عجوبہ روزگار تھے۔ صحاح ستہ اور امام مسند احمد بن حنبل کی احادیث کے لئے وہ مرجع کی حیثیت رکھتے تھے۔ بنا بریں یہ کہا جا سکتا ہے۔ ''جس حدیث کا ابن تیمیہؒ کو پتا نہیں وہ حدیث ہی نہیں۔''

احاطہ تو اللہ تعالیٰ کو ہے مگر یہ ضروری ہے کہ ابن تیمیہؒ دریا ہیں۔ اور دوسرے لوگ ان سے نکلی ہوئی نہریں یا نالیاں ہیں۔ (حیات ابن تیمیہؒ ص ۷۷۵)

وفات: حافظ ذہبی نے ۳ ذی قعدہ ۷۴۸ھ کو ۷۵ سال کی عمر میں دمشق میں انتقال کیا اور باب صغیر کے قبرستان میں سپرد خاک کئے گئے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۱۴ ص ۲۲۵)

تصانیف: امام ذہبی کی ساری زندگی درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں بسر ہوئی۔ ارباب سیر نے ان کی تصانیف کی تعداد ایک سو کے قریب بتائی ہے۔ آپ تصنیف و تالیف کا بڑا عمدہ ذوق اور ملکہ رکھتے تھے۔ آپ نے فن قراۃ' فنون حدیث' عقائد سلف' زہد و اخلاق اور تاریخ اسلامی کے موضوع پر کتابیں لکھیں۔ جن کو آپ کی زندگی میں قبول عام حاصل ہو گیا۔

علمائے اسلام نے حافظ ذہبی کی تعریف و توصیف کی ہے۔

علامہ صلاح الدین خلیل صفدی (م ۷۶۴ھ) لکھتے ہیں:

''حافظ ذہبی فقیہ النظر مصنف تھے۔ ہر سنی سنائی روایت نہیں لکھ دیتے۔ نہ جامد نہ کودن' جو لکھتے ہیں تحقیق سے لکھتے ہیں۔ ان کو سلف کے مذاہب اور اہل کلام کے مقالات کی پوری پوری خبر ہے۔ ان کا یہ طریقہ مجھے بہت پسند آیا۔ کہ وہ جو حدیث لاتے ہیں عموماً اس کی استنادی حیثیت بتا دیتے ہیں۔ یہ خصوصیت دوسری جگہ نظر نہیں آئی۔'' (حیات ابن تیمیہؒ ص ۷۷۵)

مولانا ابوالکلام آزاد (م ۱۹۵۸ھ) لکھتے ہیں:

''علمائے حدیث متاخرین میں سے کسی مصنف کے بھی ہم اخلاف امت و بیچارگانِ دور آخر پر اس درجہ احسان نہیں جس قدر حافظ ذہبی کا۔ اگر کوئی دوسرا اس وصف میں ان کا شریک ہے تو وہ ان سے متاخر حافظ ابن حجر عسقلانی ہیں۔ ولیس لہما ثالثا۔ یہی وہ دو حافظ و ناقد علوم حدیث ہیں جنہوں نے نہ صرف سلف کے ذخائر و خزائن خلف کے لئے محفوظ کر دیئے۔ بلکہ تمام مشکلات و معضلات کار کو صاف کر کے اور ضبط و اتقان و تہذیب و ترتیب و تلخیص و تشریح و نقد رجال و اسناد سے آراستہ و پیراستہ کر کے تمام آنے والی امت کے لئے اتباع سنت کی راہ بالکل سہل کر دی۔ علوم اسلامیہ پر پہلا دور تدوین کا گزرا ہے۔ اور دوسرا انضباط و تنقیح اور تہذیب و تنظیم کا۔ سو علم حدیث کے دور دوم میں ان دو بزرگوں کی خدمات سب پر فائق اور سب سے انفع واقع ہوئی ہیں۔''

(تذکرہ ص ۱۳۷ طبع اول)

فہرست تصانیف: امام ذہبی کی مشہور تصانیف حسب ذیل ہیں۔

(۱) تاریخ اسلام الکبیر
(۲) تذکرۃ الحفاظ
(۳) میزان الاعتدال
(۴) تجرید الاسماء الصحابہ
(۵) دول الاسلام
(۶) العبر فی خبر عن غبر
(۷) سیر النبلاء
(۸) کتاب معرفۃ القرأۃ علی الطبقات الامصار
(۹) تذہیب التہذیب
(۱۰) الکاشف
(۱۱) المعجم الشیوخ الکبیر
(۱۲) المعجم الشیوخ الاوسط
(۱۳) المعجم الشیوخ الصغیر
(۱۴) المعجم الشیوخ المختص بالمحدثین
(۱۵) قرۃ العینین فی ضبط رجال الصحیحین
(۱۶) تلخیص المستدرک حاکم
(۱۷) مختصر تاریخ بغداد
(۱۸) مختصر المحلی لابن حزم
(۱۹) کتاب الکبائر و بیان المحارم
(۲۰) کتاب العلو للعلی الغفار
(۲۱) تلخیص سنن بیہقی
(۲۲) مشتبہ النسبہ
(۲۳) الدرۃ الیتیمیہ فی السیرۃ تیمیہ

(حیات ابن تیمیہ ص ۲۷۷ و تذکرۃ الحفاظ اردو ص ۲۲)

مشہور تصانیف کا مختصر تعارف: امام ذہبی کی ۶ مشہور تصانیف کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے

تاریخ الاسلام الکبیر: اس ضخیم تاریخ کو امام ذہبی نے (۷۰) طبقات میں تقسیم کیا ہے اور ہر طبقہ دس سال کے واقعات و حوادث پر مشتمل ہے۔ یوں ابتدائے عہد اسلام سے کر (۷۰۰ھ) تک سیاسی واقعات اور ہر دور کے علما و فضلا کے مختصر حالات نہایت خوبصورتی کے ساتھ اس میں بیان کئے گئے ہیں۔

میزان الاعتدال: یہ کتاب (۱۰۹۰۷) دس ہزار نو سات جھوٹے متہم بالکذب، وضاع اور ضعیف راویوں کے حالات پر مشتمل ہے۔

تجرید اسماء الصحابہ رضی اللہ عنہم: یہ کتاب علامہ ابن اثیر کی مشہور تالیف "اسد الغابہ" کا اختصار ہے۔ اس میں امام ذہبی نے بہت سے اسماء کا اضافہ بھی کیا ہے۔

کتاب العلو للعلی الغفار: یہ کتاب اللہ تعالیٰ کے عرش کے اوپر ہونے اور مسئلہ صفات میں

مسلک اہلحدیث کی تائید میں پرزور مدلل کتاب ہے۔

الدرۃ التہمیہ فی سیرۃ التیمیہ : یہ کتاب شیخ الاسلام ابوالعباس تقی الدین احمد بن عبدالحلیم بن تیمیہ (م ۷۲۸ھ) کی سیرت اور ان کے تجدیدی و اصلاحی اور علمی کارناموں پر مشتمل ہے۔

تذکرۃ الحفاظ : یہ کتاب ۲۱ طبقات پر مشتمل ہے۔ اس میں ۱۱۷۶ حفاظ کے حالات درج کئے گئے ہیں۔ پہلے طبقہ کا آغاز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کیا ہے۔ اور آخری طبقہ میں آخر میں امام ابوالحجاج مزی پر ختم کیا ہے۔ اور آخر میں اپنے ۲۶ شیوخ حدیث کے مختصر حالات لکھے ہیں۔

تذکرۃ الحفاظ کا اردو ترجمہ شیخ الحدیث مولانا حافظ محمد اسحاق حسینوی نے کیا ہے۔ جو اسلامک پبلشنگ ہاؤس شیش محل روڈ لاہور نے ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء میں دو جلدوں میں شائع کیا۔ صفحات کی مجموعی تعداد ۱۱۹۷ ہے۔

کتابیات

البدایہ والنہایہ	حافظ ابوالفداء عمادالدین اسمٰعیل بن کثیر (۷۷۴ھ)
الردالوافر	علامہ محمد بن ابوبکر شافعی (م ۷۴۲ھ)
العقود الدریہ	حافظ ابن عبدالہادی (م ۷۴۴ھ)
تذکرۃ الحفاظ	حافظ شمس الدین ذہبی (م ۷۴۸ھ)
امام ابن تیمیہؒ	مولانا محمد یوسف کوکن عمری (۱۹۹۰ء)
امام ابن تیمیہؒ	ڈاکٹر جیلانی برق
تاریخ دعوت وعزیمت جلد دوم	مولانا ابوالحسن علی ندوی (م ۱۹۹۹ء)
تذکرہ	مولانا ابوالکلام آزاد (۱۹۵۸ء)
تذکرۃ الحفاظ (اردو)	مولانا محمد اسحاق حسینوی (۲۰۰۲ء)
تفسیر ابن کثیر (اردو)	مولانا محمد بن ابراہیم جوناگڑھی (م ۱۳۶۱ھ)
حیات ابن تیمیہؒ (اردو)	مولانا عطاءاللہ حنیف (۱۹۸۷ء)
حیات ابن قیمؒ (اردو)	مولانا غلام احمد حریری (۱۹۹۰ء)
سوانح عمر مولانا عبداللہ غزنوی	مولانا عبدالجبار غزنوی (۱۳۳۱ھ)
	مولانا غلام رسول قلعوی (م ۱۲۹۱ھ)
صاحب السیف والقلم	سید حسین حسنی
کاروان حدیث	عبدالرشید عراقی
مقالات شبلی	مولانا شبلی نعمانی (م ۱۹۱۴ء)
مکتوبات شاہ ولی اللہ دہلوی	پروفیسر خلیق احمد نظامی (م ۱۹۹۷ء)

شرح اربعین نووی

اربعین نووی کو اس کے مولف کے اخلاص نیت کا یہ صلہ ملا کہ اربعین نووی کو قبول دوام حاصل ہوا۔ ہر جگہ مدارس میں یہ کتاب شامل نصاب رہی اور آج بھی حدیث کے چاہنے والے اس سے بے نیاز نہیں ہیں۔

اسلام اور مسیحیت

مسلمانوں اور عیسائیوں کی درمیان' میدان حرب میں محاذ آرائی ایک تاریخی حقیقت ہے جو کسی نہ کسی صورت میں بدستور رہی ہے۔ اس تاریخی کتاب میں مسلمانوں کے روشن ماضی کی جھلک بڑے دلکش انداز میں بیان کی گئی ہے اور ساتھ ساتھ ہی عیسائیوں کی ذہنی آلودگیوں اور اخلاقی پستیوں کو بے نقاب کیا گیا ہے۔

حقوق و معاملات

اس مختصر کتاب میں حقوق و معاملات کے ان مسائل کو یکجا کیا گیا ہے جن سے ہماری زندگی میں روزمرہ کا واسطہ پڑتا ہے۔ قرآن کریم و احادیث رسولؐ و تاریخ اسلام و سیر و سوانح کی کتابوں سے متعلقہ نصوص اور واقعات کو یکجا کر دیا گیا ہے۔

باذوق قارئین کیلئے

لاجواب کتب

بہترین معیار کیساتھ

E-Mail: nomania2000@hotmail.com